ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

14

10 تا 16 ربیع الثانی 1430ھ / 7 تا 13 اپریل 2009ء

زندگی ذوق انقلاب ہے

زندگی زمانہ سازی کا نام نہیں: زمانہ با تو نہ سازد، تو با زمانہ بساز۔
یہ ایک مجہول فلسفہ ہے کہ "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی"۔ یہ ایک شکست خوردہ ذہن کی سوچ ہے۔ ہوا تو بے جان چیزوں کو اڑا کر لے جاتی ہے، لیکن زندہ قومیں ہواؤں، طوفانوں اور آندھیوں کو مغلوب کر لیتی ہیں۔ وہ خطرات سے نہیں گھبراتیں، کیونکہ اصل زندگی کا لطف تو خطرات کی کشمکش ہی سے حاصل ہوسکتا ہے: اگر خواہی حیات اندر خطر زی

اس اعتبار سے میرا ایقان ہے کہ زندگی ایک اضطراب ہے، ایک آہنگ مسلسل ہے۔ یہ ذوق پرواز ہے، ذوق انقلاب ہے اور حوصلہ مندی کا دوسرا نام ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (المدثر)

"اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔"

یعنی اس دنیا میں تو حرکت و قانون الٰہی نافذ ہے۔ بے شک تم تنہا ہو، بے سروسامان ہو، پھر بھی کفر کے لشکر کو خاطر میں نہ لاؤ، کیونکہ حرکت زندگی ہے اور جمود موت ہے۔

سید واجد رضوی

اس شمارے میں

عوام کے نام

بحران کا خاتمہ اور اظہار تشکر

دشمنی صرف یہود ہی سے کیوں؟

آفاتِ لسان

علامہ اقبال اور تلاوتِ قرآن

محبت کی کڑواہٹ کا مزہ

عدلیہ کی آزادی کی تحریک میں احیائی تحریکوں کے لئے غور کا مقام

خانساماں اور پاکستان

الھدیٰ (366)

سورۃ الاعراف

(آیات:101تا105)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ ﴾

"یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تم کو سناتے ہیں۔ اور اُن کے پاس اُن کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے۔ مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں، اُسے مان لیں۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور ہم نے اُن میں سے اکثروں میں (عہد کا نباہ) نہیں دیکھا۔ اور اُن میں اکثروں کو (دیکھا تو) بدکار ہی دیکھا۔ پھر ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں دے کر فرعون اور اُن کے اعیان سلطنت کے پاس بھیجا۔ تو انہوں نے اُن کے ساتھ کفر کیا۔ سو دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے فرعون! میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ مجھ پر واجب ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں۔ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دے دیجئے۔"

انباء الرسل کے ضمن میں پانچ رسولوں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ہو چکا۔ اب یہاں چھٹے رسول کا ذکر ہے اور یہ طویل ترین ذکر ہے۔ یہ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

یہ وہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو سنا رہے ہیں اور بے شک اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلائل کے ساتھ آئے۔ پس وہ نہیں تھے ایمان لانے والے اُس پر جس کا انہوں نے پہلے انکار کر دیا تھا۔ یعنی جسے ایمان لانا ہوتا ہے، جونہی اُس پر حق منکشف ہوتا ہے وہ ایمان لے آتا ہے اور جسے ایمان نہیں لانا آپ اُسے لاکھ دلیلیں دیں، سمجھائیں، نشانیاں دکھائیں، وہ نہیں مانتا۔ سورۃ الانعام میں ہے "اور ہم اُن کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے یہ اس قرآن پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے"۔ فرمایا، اسی طرح اللہ مہر کر دیا کرتا ہے کافروں کے دلوں پر۔ ان کافروں کا حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کے اندر عہد کی پابندی نہیں پائی جاتی۔ رسول نے تعلیم دی، وصیتیں کیں، میثاق لئے مگر وہ عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ اور ہم نے اُن کی اکثریت کو فاسق، نافرمان اور سرکش ہی پایا۔

اب یہاں سے موسیٰؑ کا ذکر شروع ہو رہا ہے جو سات آٹھ رکوعات پر مشتمل ہے جبکہ اس سے پہلے ایک ایک رسول کا ذکر تقریباً ایک ایک رکوع میں آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورتیں ہجرت سے متصلاً قبل نازل ہو رہی تھیں اور ہجرت کے بعد اہل کتاب یہود سے براہ راست سابقہ پیش آنے والا تھا۔ یہ اُس کے لئے ذہنی تیاری ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہم بنی اسرائیل کی تاریخ کے کچھ واقعات پڑھ آئے ہیں۔ یہاں اُن کی زیادہ تفصیلات ملیں گی۔ تو گویا یہاں موسیٰ علیہ السلام کے حالات بتا کر مسلمانوں کو ہجرت کے بعد پیش آنے والی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ فراعنہ کی سرزمین مصر ہے یہ ملک جزیرہ نمائے عرب سے ذرا ہٹ کر براعظم افریقہ کا شمال مشرقی کونہ ہے یہاں فراعنہ حکومت کرتے تھے۔ فرعون کسی شخص کا نام نہیں ہے، بلکہ مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے ہیں، جیسے کہ عراق کے بادشاہوں کا لقب نمرود ہوتا تھا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے زمانے کے فرعون کی طرف بھیجا گیا مگر انہوں نے ان نشانیوں کی حق تلفی کی۔ تو دیکھ لو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے فرعون! دیکھ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میری یہ ذمہ داری ہے اور میں اس پر قائم ہوں کہ میں اللہ کی طرف حق کے علاوہ کوئی بات اپنی طرف سے منسوب نہ کروں۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات طاقت کے انداز میں نہیں بلکہ بے باکانہ کہی، کیونکہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے لئے کوئی نیا آدمی نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی کے محل میں پلے بڑھے تھے۔ پھر وہاں سے نکل کر مدین چلے گئے۔ مدین سے واپس آ رہے تھے تو انہیں نبوت اور رسالت ملی۔ یہ تفصیلات آگے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ القصص میں ملیں گی۔

تو گویا موسیٰ علیہ السلام یہ بات کہہ رہے تھے کہ میں کوئی غلط بات کرنے والا نہیں ہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ پس بنی اسرائیل کو میرے ساتھ رخصت کر دو۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دانش منداور عاجز

عَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:((اَلْكَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ)) (رواہ الترمذی)

ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عاقل اور دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کا غلام بن جائے اور اللہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے"۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عوام کے نام

16 مارچ 2009ء کا سورج ایک نئے پاکستان پر طلوع ہوا۔ ظلم اور جبر کی مسلح قوتوں کو نہتے عوام کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی۔ پاکستان کے ہر چوک، ہر گلی اور ہر موڑ پر کنٹینروں سے بنائی گئی دیوار عوامی ریلے کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئی۔ ایوانِ صدر، مسلح افواج یہاں تک کہ امریکہ بہادر کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ وکلاء کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے چیف جسٹس چودھری افتخار محمد کو 2 نومبر 2007ء کی پوزیشن میں بحال کردیں۔ وکلاء نے دو سال سڑکوں پر زبردست مظاہرے کیے، جانی اور مالی قربانیاں دیں۔ وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ تمام قوتیں سرنگوں ہوگئیں اور انہیں سینہ پر پتھر رکھ کر چیف جسٹس کو بحال کرنا پڑا۔ حالانکہ آخری وقت تک ایوانِ صدر سے اس طرح کے بیانات جاری ہوتے رہے کہ چیف جسٹس کی بحالی پر غور کرنا بھی ہم وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ چیف جسٹس کی بحالی یقیناً ایک اچھا آغاز ہے لیکن یہ محض آغاز ہے، منزل ابھی بہت دور ہے۔ اس حوالہ سے ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ چیف جسٹس کی بحالی کوئی نظام کی تبدیلی نہیں تھی۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ اندرونی جبر کی قوتوں کے سامنے چند رکاوٹیں کھڑی کررہے تھے اور امریکہ لاپتہ افراد کی چھان بین کے احکامات جاری کرنے کی وجہ سے اُن کو ناپسند کرتا تھا۔ بالفاظِ دیگر سٹیٹس کو کو ایک معمولی ضرب لگ رہی تھی، تب بھی باطل نظام کے رکھوالوں نے اتنی زبردست مزاحمت کی اور جب یہ محسوس کیا کہ اُن کے مسلط کردہ نظام کو اس مزاحمت سے بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے تو پسپائی اختیار کرلی۔ اندازہ کریں، اس ظالمانہ نظام کو بچانے کے لیے کس قدر مزاحمت کی جائے گی۔ وکلاء جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے چیف جسٹس کی بحالی کے لیے دو سال سڑکوں پر مارے مارے پھرتے رہے۔ ڈنڈے کھاتے رہے، زخمی ہوئے، یہاں تک کہ کراچی میں کچھ وکلاء کو اس جرم کی پاداش میں جلا کر راکھ کردیا گیا لیکن بحیثیت مجموعی ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ ہم یہاں یہ بات دہرانا لازم سمجھتے ہیں، چاہے اسے تکرار تقریر ہی کیوں نہ قرار دیا جائے کہ وکلاء نے کتنی جانی اور مالی قربانی دی اور نظام کے پہرے داروں نے کتنی شدید مزاحمت کی، حالانکہ معاملہ صرف ایک ایسے بااختیار شخص کو بحال کرنے کا تھا جو سٹیٹس کو میں فٹ نہیں بیٹھ رہا تھا، نظام کو براہِ راست چیلنج نہیں کیا گیا تھا۔

برادرانِ اسلام! ہم سب کا اصل ہدف یہ ہے کہ نہ صرف پاکستان میں انصاف سستا ہو اور ہر شخص کو اپنی دہلیز پر ملے بلکہ یہ عدل سیاسی، معاشی اور معاشرتی ہر سطح اور ہر شعبہ میں دستیاب ہو۔

جناب والا! یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ملک میں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی نافذ نہ ہو، وگرنہ یہ نوشتۂ دیوار ہے کہ کچھ عرصہ بعد لوگ چودھری افتخار سے بھی مایوس ہونا شروع ہوجائیں گے۔ لہٰذا اصل سوال یہ ہے کہ کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ ملک سے ظلم، جبر، استحصال اور طبقاتی تقسیم کو ختم کیا جاسکے۔ ہماری دیانت دارانہ رائے میں اسلام کے نفاذ سے ہی یہ ممکن ہوگا۔ اب یہ حقیقت آشکار ہوچکی ہے اور اس کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں بلکہ پاکستان کی 62 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ ہدف انتخاب میں حصہ لینے سے یا میٹھی میٹھی تبلیغ سے ممکن نہیں اور نہ ہی کلاشنکوف اٹھا کر ٹینکوں، طیاروں اور میزائلوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے یعنی بول، بیلٹ اور بلٹ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب نہیں ہوسکے، اگرچہ بعض جزوی فوائد حاصل ہوگئے۔ اس کے لیے ایک عظیم الشان لانگ مارچ ناگزیر ہے۔ لیکن اس لانگ مارچ سے چونکہ ہمیں باطل نظام کو مکمل طور پر دفن کرکے اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو نافذ کرنا ہوگا، یہ ہدف بڑا اعلیٰ، ارفع اور عظیم ہے، لہٰذا اس کے لیے تیاری بھی اسی معیار کی کرنا ہوگی یعنی لانگ مارچ میں شرکت کے خواہش مند کو پہلے اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنا ہوگا، پھر اسے (باقی صفحہ 14 پر)

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — 10 تا 16 ربیع الثانی 1430ھ — 7 تا 13 اپریل 2009ء — شمارہ 14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-5869501
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا----------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

خودی

[بالِ جبریل]

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض
نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض
یہ کہتا ہے فردوسیؔ دیدہ ور
عجم جس کے سُرمے سے روشن بصر
"ز بہرِ درم تند و بد خو مباش
تو باید کہ باشی، درم گو مباش"

خودی کا تصور علامہ اقبال کے اُن بنیادی تصورات میں سے ہے جن سے اُن کا پورا نظام فکر عبارت ہے۔ تین اشعار کی اِس نظم میں، جن میں سے آخری شعر ایران کے شاعر فردوسی کا ہے، علامہ اقبال نے تصورِ خودی کو اجاگر کیا ہے۔ فلسفۂ خودی کو شخصی عملی زندگی میں دیکھنے کا مسلک اقبال نے اُن اشعار میں واضح کیا ہے جو "ساقی نامہ" اور اُس نظم میں قلم بند کیے ہیں، جس میں اپنے فرزند جاوید اقبال سے خطاب کیا ہے کہ:

ع خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

دولت حاصل کرنے کے لئے اپنی خودی کو قربان مت کرو، بلکہ اُس دولت سے جو خودی بیچ کر حاصل ہو، غریبی بدرجہا بہتر ہے۔ اس نظم میں بھی انہوں نے فردوسی کے ایک شعر کی اساس پر اِسی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ کلامِ اقبال کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اقبال کو کسی شاعر کے کلام میں اگر کوئی شعر اپنے مسلک کی تائید میں مل جاتا ہے تو وہ اُسے بلا تامل لے لیتے ہیں، اور اس پر تضمین کر کے اپنا مطلب واضح کر دیتے ہیں۔

1۔ اے شخص! دولت اور روپے پیسے کی خاطر اپنی خودی کو تباہ مت کر۔ ایک پلڑے میں خودی ہو اور دوسرے پلڑے میں دولت ہو تو خودی کو حاصل کر۔ دولت کے بدلے اپنی خودی کا سودا نہ کر۔ اِس ضمن میں یہ حقیقت یاد رکھ کہ شعلے کے مقابلے میں چنگاری کی کوئی حیثیت نہیں۔ شعلہ اصل چیز ہے، چنگاری تو اُس کی ایک عارضی جھلک ہے۔

2۔ تیرے لیے لازم ہے کہ فارسی کے ممتاز شاعر فردوسی کا قول یاد رکھ۔ اہلِ عجم کے لیے بھی فردوسی کی حکمت و دانش بصیرت افروز ہے۔

3۔ فردوسی کا قول ہے کہ مال و دولت اور روپے پیسے کے لیے، آپے سے باہر ہو کر اپنی سیرت و عادت میں بگاڑ پیدا نہ کر۔ روپیہ پیسہ نہیں ملتا تو بے شک نہ ملے، لیکن تجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ اُس کی خاطر اپنی انسانیت کا خون کر دے۔ مراد یہ ہے کہ مال و دولت ہی سب کچھ نہیں ہے۔ یہ تو آنی جانی چیز ہے۔ مال و دولت کے لیے لوگوں سے تعلقات خراب نہ کر، اپنی زندگی میں اعتدال پیدا کر۔

(ابوالقاسم حسن فردوسی 940ء میں علاقہ طوس میں طابران کے قریب ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوا۔ جوانی میں "داستانِ بیژن و منیژہ" نظم کی اور اپنے باغ جوئبار اور مکان کا ذکر تفصیل سے کیا۔ اِسی اثنا میں بیٹا انتقال کر گیا۔ "شاہنامہ" اُس کی شہرۂ آفاق مثنوی ہے، جس کی تالیف کا بڑا سبب بیٹی کے جہیز کے لیے معقول رقم حاصل کرنا بھی تھا۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے دربار میں جانے سے پیشتر شاہنامہ کا بہت سا حصہ نظم کر لیا۔ معقول انعام کی اُمید میں محمود کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ کچھ مدت تک شاہنامہ داد و تحسین حاصل کرتا رہا۔ سلطان نے شاہنامے کے ہر شعر پر ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا، مگر جب ایفائے عہد کا وقت آیا تو بیس ہزار درم دے کر ٹال دیا۔ فردوسی اِس سلوک سے افسردہ ہوا۔ حمام میں غسل کے بعد بادشاہ کا انعام حمامی اور عطار میں تقسیم کر کے غزنی سے نکل گیا۔ دربدر پھرنے کے بعد آخر طوس لوٹا اور سلطان محمود کی ہجو لکھی۔ کہتے ہیں کہ محمود نے اپنے وزیر حسن میمندی کے ایماء پر بعد میں ساٹھ ہزار دینار فردوسی کو بھجوائے، لیکن ایک دروازے سے یہ انعام داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ شہر سے باہر نکل رہا تھا۔ فردوسی کی بیٹی نے بھی یہ انعام قبول کرنا گوارا نہ کیا۔)

توبہ کی منادی
اگر سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ (القرآن)
تنظیم اسلامی کا پیغام نظام خلافت کا قیام
فون 042-6316638
042-6366638
www.tanzeem.org

بحران کا خاتمہ اور اظہارِ تشکر

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات! فروری کا تیسرا ہفتہ پاکستانی تاریخ کا یادگار ہفتہ تھا۔ اِس ہفتے کے بھی ابتدائی دو دن شدید اضطراب بلکہ شدید خدشات اور جھنجلاہٹ کے دن تھے۔ آپ کو یاد ہو گا، وکلاء اور سیاسی جماعتوں کی طرف سے لانگ مارچ اور دھرنے کا اعلان ہو چکا تھا، اور حکومت نے بھی طے کر لیا تھا کہ وہ اس کو ناکام بنا کر چھوڑے گا۔ حکومت نے عملاً لانگ مارچ اور دھرنے کو ناکام بنانے کے لیے بھرپور انتظامات بھی کئے۔ پورے پاکستان سے اسلام آباد کی طرف جانے والی تمام شاہراؤں پر ہر جگہ ایسی شدید ناکہ بندی کی گئی کہ کوئی مچھر اور مکھی بھی اسلام آباد تک نہ پہنچ پائے۔ یہ عوام کے ساتھ بڑی ناانصافی ہے۔ اس لئے کہ یہ جمہوری حکومت ہے۔ جمہوری نظام عوام کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ پرامن طور پر اپنا احتجاج رجسٹر کروا سکتے ہیں۔ ان ناکہ بندیوں کا دوسرا نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ اس کا خمیازہ بے گناہ عوام کو بھگتنا پڑا۔ وہ دو دن تک شاہراؤں پر گاڑیوں کی میلوں لمبی لائنوں میں مقید ہو کر رہ گئے۔ 16 مارچ کی صبح فجر کے وقت قوم کو یہ خوشخبری سننے کو ملی کہ الحمدللہ مفاہمت ہو گئی، اور حکومت نے عدلیہ بحالی کا مطالبہ تسلیم کر لیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حکومت نے یہ مطالبہ کیونکر مان لیا، جبکہ اِس سے پہلے وہ عدلیہ بحالی کے حوالے سے کئے گئے ہر وعدے سے منحرف ہوتی رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ عالم اسباب میں حکومت پر کئی اطراف سے پریشر ڈالا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ جس کے بارے میں عام تاثر یہی ہے کہ وہ چیف جسٹس افتخار احمد چودھری کی بحالی پر ہرگز خوش نہ تھا، اس لئے کہ چیف جسٹس اس کے ایجنڈے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے، وہ بھی اِس پر راضی ہو گیا تھا کہ اس وقت پاکستان کی جو پوزیشن ہو گئی ہے وسیع تر امریکی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ مفاہمت کرائی جائے۔ بعض لوگ اس کا کریڈٹ جنرل اشفاق کیانی کو دے رہے ہیں۔ یقیناً ان کا بھی اِس میں حصہ ہے۔ لیکن مقام غور یہ ہے کہ حکمرانوں کے دلوں کو کس نے موڑا۔ یہ سب ظاہر ہے کہ اللہ کے فضل اور مہربانی سے ہوا، جو مسبب الاسباب ہے۔ اُس ربِّ رحیم کی رحمت خصوصی سے وہ شدید ترین بحران ٹل گیا، جس کے قوی اندیشے ظاہر کئے جا رہے تھے۔ اِس کامیاب جدوجہد پر وکلاء برادری، میاں محمد نواز شریف، وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی، دیگر سیاسی جماعتیں اور افواج پاکستان مبارکباد کی مستحق ہیں۔ ان سے بھی بڑھ کر سب سے پہلے چیف جسٹس مبارکباد کے لائق ہیں کہ انہوں نے بھرپور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ وہ نہ صرف پاکستانی حکمرانوں اور جرنیلوں کے آگے سینہ سپر ہوئے بلکہ پرویز مشرف کے ذریعے امریکہ پاکستان میں اپنے مذموم ایجنڈے اور ناپاک عزائم کو جس طرح کامیابی سے آگے بڑھا رہا تھا، وہ اس کے راستے کی رکاوٹ بن کر بالواسطہ طور پر امریکہ کے بھی سامنے آئے۔ اس راہ میں انہوں نے ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کیا، مگر ہمت نہیں ہاری۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم پر اللہ کا احسان ہوا ہے، جس نے تمام اسباب فراہم کئے، دلوں کو اِس طرف موڑا۔ اس کامیابی پر ساری قوم پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ نواز شریف اور چیف جسٹس صاحب نے بھی اور قوم کے بہت سے افراد نے شکرانے کے نوافل ادا کیے۔

حقیقت یہ ہے کہ پوری قوم کو اللہ کا تہہ دل سے شکر ادا کرنا چاہیے، جس نے پاکستان کو کسی بھی ممکنہ خطرے سے بچالیا۔ یاد رہے، پرویز مشرف نے جو الیکشن کروائے تھے جس کے بعد انہیں جانا پڑا، اُن کے بارے میں بھی پوری قوم شدید پریشان اور متفکر تھی۔ اس لیے کہ الیکشن میں حکومت کی طرف سے دھاندلی اور اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے دھاندلی کے خلاف بھرپور تحریک کے آثار صاف نظر آ رہے تھے اور اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ تحریک کے نتیجے میں پورا ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ بڑے بڑے تجزیہ نگار یہی تجزیہ کر رہے تھے۔ قوم و ملت کے بہی خواہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ ملک کو کسی بھی ممکنہ شر و فساد سے بچائے۔ اُس موقع بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہمارے شامل حال ہوئی۔ چنانچہ الیکشن پرامن ہو گئے اور نتیجے کے حوالے سے، خانہ جنگی کا جو اندیشہ تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔ اِس وقت بھی دھرنے اور لانگ مارچ کے پُرخطر نتیجے کے حوالے سے قوم شدید پریشانی میں مبتلا تھی، لیکن جیسے اُس وقت اللہ نے پاکستان کو ممکنہ تباہی سے بچایا، اسی طرح اِس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی، اِس کا مظہر یہ ہوا کہ لوگوں کی نفسیات بدل گئی۔ جو شدید گھٹن کی کیفیت تھی، وہ تبدیل ہو کر ایک انبساط و انشراح کی کیفیت ہو گئی۔ الحمدللہ، یہ معاملہ بغیر کسی بڑے نقصان کے حل ہو گیا۔ مجھے اس حوالے سے سورۃ الانعام کی وہ آیات یاد آ رہی ہیں، جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح افراد اور اقوام کو بچاتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝﴾

”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کیے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔“

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری طرح قابو یافتہ ہے۔ اگرچہ اس نے بندوں کو کھلی چھوٹ دی ہے کہ چاہیں تو شکر گزاری کریں اور چاہیں تو کفرانِ نعمت کی روش اپنائیں، اللہ کے باغی اور دشمن شیطان کے راستے پر چل نکلیں۔ اللہ نے اپنے بندوں کو یہ چھوٹ وفاداری کے امتحان کے لئے دی ہے، کسی مجبوری کے تحت نہیں دی۔ وہ چاہے تو کوئی ایک شخص بھی گناہ کا ارتکاب نہ کر سکے۔ جیسے فرشتے اللہ کے کسی بھی حکم سے سرتابی نہیں کرتے بلکہ ہر وقت تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، اسی طرح انسان ہر دم اُس کا فرماں بردار بنا رہے۔ کوئی انسان بھی اللہ کے قابو سے باہر نہیں۔ وہ جب چاہے

بندے کے دل کی کیفیت کو بدل دے۔ وہ جب چاہے آدمی کے حالات بدل دے اور وہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی کچھ کرنے کے قابل نہ ہو۔ وہ کسی کے دل کو موڑ دے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پلاننگ کر رہا ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں سو فیصد کامیاب ہوں، میں نے سارا انتظام کر لیا ہے، لیکن پھر اچانک اُس کے راستے میں اللہ کی طرف سے ایسی رکاوٹیں آ جاتی ہیں کہ وہ سو فیصد ناکام ہو جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کے اختیارات مطلقہ اور قدرت کا مظہر ہے۔ ہر چیز کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی بھی شخص جو عمل کر رہا ہے وہ اللہ کے اذن سے اور مشیت سے کر رہا ہے۔ اللہ جب چاہے کسی کا راستہ روک سکتا ہے۔ وہ کسی ظالم سرکش اور نافرمان سے بھی کوئی کام لے سکتا ہے۔ وہ چاہے تو فرعون کے گھر میں موسیٰ ؑ کی پرورش کا بندوبست فرما دے۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر نگران اور محافظ مقرر کیے رکھتا ہے۔ انسان دنیا میں مختلف قسم کے خطرات میں گھرا ہوتا ہے۔ کسی کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ کسی کو دشمن کا دھڑکا ہوتا ہیں۔ پھر یہ ہلاکت کے اسباب سڑکوں پر بھی جمع ہوتے ہیں۔ آپ سڑک پر نکلتے ہیں، تو آپ کے پاس کیا گارنٹی ہے کہ آپ گھر تک واپس بھی پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر قسم کے خطرات میں انسان کو بچاتا ہے۔ ہاں موت کا ایک وقت معین ہے، وہ ٹالی نہیں جاتی۔ جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو اس میں ذرا بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔ پھر اللہ کے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ وہ اپنی اس ڈیوٹی کی ادائیگی میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کرتے۔

پاکستان کے حالات سے کچھ یوں لگتا ہے کہ بہت سے مواقع پر یہ ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا، اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ ملک اب آخری تباہی سے دوچار ہوا چاہتا ہے۔ مگر پھر ایسا ہوا کہ جب وہ بحران اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا تو اچانک اللہ کے نادیدہ اور غیبی ہاتھ نے پاکستان کو بچا لیا، اور ہمیں کچھ مزید مہلت عمل دے دی۔ یہ تجربات بار بار ہو رہے ہیں اور ہم مسلسل ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں میں بھی ہم تقریباً ایسی ہی کیفیت سے گزرے ہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝﴾

”پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سُن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔“

موت زندگی کا خاتمہ نہیں ہے۔ فرشتے انسان کی روح قبض کر کے اُسے اللہ کے پاس لے جاتے ہیں، جو مولائے حقیقی ہے، جو حقیقی آقا ہے۔ وہی آقا وقتی طور پر انسان کو یہاں بھیجتا ہے اور جتنا عرصہ طے کر کے بھیجتا ہے انسان یہاں رہتا ہے۔ اس عرصے میں انسان کی حفاظت کا سامان بھی وہی کرتا ہے۔ وہی فرشتوں کے ذریعے انسان کو موت سے بچاتا رہتا ہے۔ ہاں جب وقت اجل آ جاتا ہے تو پھر اللہ کی طرف مراجعت ہوتی ہے جو مولائے حقیقی ہے۔ جان لو کہ کل کا کل اختیار اُسی اللہ کا ہے۔ اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ کائنات کی جو بساط بچھائی گئی ہے، اس کا آخری انجام یقیناً ہونا ہے۔ اللہ نے یہ زمین و آسمان پیدا کیے، انسان کو پیدا کیا۔ ان کا انجام روز حساب کی صورت میں ضرور ہونا ہے۔ وہاں جنوں اور انسانوں کو اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔

آیت 63 میں ایک سوال کیا گیا ہے اور اگلی آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝﴾

”کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون مخلصی دیتا ہے (جب) کہ تم اُسے عاجزی اور نیاز پنہانی سے پکارتے ہو (اور کہتے ہو) اگر خدا ہم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ہم اُس کے بہت شکر گزار ہوں۔ کہو کہ اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے۔ پھر تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔“

دنیا میں جب بھی کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو انسان خدائے واحد ہی کو پکارتا ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں کئی جگہ آئی ہے۔ مشرکین سے کہا گیا کہ جب تم کسی سمندری سفر میں ہوا اور تمہاری کشتی کسی بھنور اور طوفان میں پھنس جائے اور تمہیں موت یقینی نظر آنے لگے تو تم اس وقت لات، منات، عزیٰ، اور ھبل، سب کو بھول جاتے ہو اور صرف اور صرف خدائے واحد کو پکارتے ہو۔ یہاں اُن سے پوچھا گیا، بتاؤ تمہیں بحری اور بری خطرات سے کون نجات دلاتا ہے۔ ان سب خطرات سے نجات دلانے والی ذات ایک ہی ہے، اور وہ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی مشکلات اور تکالیف سے نجات دینے والا ہے۔ اس وقت ہم بھی بحیثیت قوم ایک بڑے کرب سے گزر رہے تھے۔ ایک بحرانی کیفیت طاری تھی، مگر اللہ نے ہمیں بحران سے نکال لیا۔ یہ ہماری کوتاہ نظری ہے کہ ہم اسباب کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں، اِسی لئے کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں نے بچایا۔ کوئی

پریس ریلیز **28 مارچ 2009ء**

مساجد میں قتل وغارت اور خونریزی کی ذمہ دار بھارت اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسیاں ہیں

حافظ عاکف سعید

مساجد میں قتل وغارت اور خونریزی کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی انہوں نے خیبر ایجنسی میں بم دھماکے اور اُس کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں پر تشویش اور شدید رنج وغم کا اظہار کیا۔ انہوں نے وہاں کے پولیٹیکل ایجنٹ طارق حیات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ دشمنان اسلام پاکستان میں یہ خونی کھیل رہے ہیں اور یہ ہماری حماقتوں اور غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ دشمن کو ایسی خونریزی کا موقعہ میسر آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ پاکستان افغانستان سرحد کے قریب بھارتی قونصل خانوں کا جو جال پھیلایا گیا ہے حکومت پاکستان اُس کا نوٹس کیوں نہیں لیتی۔ انہوں نے کہا کہ اب تو یہ اطلاعات بھی عام ہیں کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی افغانستان میں تخریب کاروں کو تربیت دے کر پاکستان میں داخل کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت خوف کی حالت سے نکل کر اصل مجرموں کو بے نقاب کرے اور اُن لوگوں کے خلاف سخت ترین کارروائی کریں جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کہتا ہے کہ ہیلری کلنٹن نے جو آخری فون کیا اُس نے عدلیہ بحالی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ کوئی اس کا کریڈٹ جنرل کیانی کو دے رہا ہے۔ کوئی کسی اور کی محنت کا نتیجہ قرار دے رہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے یہ سب اللہ کے فضل وکرم کی بنا پر ہوا ہے۔ وہی بچانے والی ذات ہے۔ وہی ہر مشکل اور تکلیف سے نکالنے والا ہے۔ اسباب وہی پیدا کرتا ہے۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ اسباب کا آخری سرا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مشرکین سے فرمایا کہ بچانے والی ذات اللہ کی ہے، وہی تمہیں بھنور سے نکالتا ہے، مگر جب وہ بچا کر لے آتا ہے تو تم سارے وعدے بھول جاتے ہو۔ اور پھر سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہو، اور کہتے ہو کہ فلاں بت کے بچانے سے بچ گئے، کسی بڑی فلاں قبر والے کی نظر کرم سے سلامت رہ گئے۔ حالانکہ تمہارا یہ خیال ہرگز درست نہیں۔

آج ہمیں بھی یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ محض اللہ کی توفیق اور اُس کی رحمت کے طفیل بحران سے نکلے ہیں۔ قوم کی ہچکولے کھاتی کشتی اُسی نے پار لگائی ہے۔ اللہ کے اِس فضل پر چاہیے کہ ہم اُس کا صمیم قلب سے شکر ادا کریں۔ شکر کا تقاضا کیا ہے؟ یہ کہ اس کے بندے بن کر رہیں کہ وہ ہمارا مولائے حقیقی ہے۔ اپنے وجود پر بھی اس کے دین کو قائم کریں اور اپنے معاشرے، اپنے ملک میں بھی اس کے دیئے گئے نظام حیات کو غالب کریں۔ ملک پاکستان پر باسٹھ سال سے جو نظام مسلط چلا آتا ہے وہ باطل ہے اور شیطانی نظام ہے۔ ہمارا معاشرتی نظام مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ہم مغرب کی بے حیا مادر پدر آزاد ابلیسی تہذیب کے سیلاب میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا معاشی نظام سودی ہے اور اللہ اور رسول ﷺ سے کھلم کھلا بغاوت پر مبنی ہے۔ شکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس بغاوت کو فرو کر کے اللہ کے سچے اور وفادار بندے بنیں۔

آگے فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾﴾

"کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔"

جیسے اللہ تعالیٰ تمام انسانوں پر قابو یافتہ ہے، اسی طرح تمام قوانین فطرت (Laws of nature) بھی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ جب چاہے تم پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے زلزلے یا سیلاب کی شکل میں عذاب لے آئے۔ عذاب کی تیسری شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ تمہیں گروہوں میں بانٹ دے، اور ایک گروہ کی قوت کا مزا دوسرے کو چکھائے۔ ایک قوم، قومیتوں اور گروہوں میں بٹ کر خانہ جنگی کا شکار ہو جائے۔ اس کا خطرہ بھی ہمیں بار بار ہوا ہے۔ امریکہ کا ایجنڈا اور اصل ہدف یہی تھا کہ پاکستانی قوم کو کمزور کرنے کے لیے فوج اور عوام کو آپس میں لڑاؤ، ان کے درمیان نفرت کی خلیج پیدا کرو، فوج سے وہ کام کرواؤ کہ عوام کے دلوں میں نفرت پیدا ہو، عوام کو تقسیم کرو، قبائلی علاقوں میں لشکر تشکیل دے دو، مہاجروں کو سندھیوں اور پٹھانوں کے خلاف لڑاؤ۔ کراچی میں کتنی مرتبہ خانہ جنگی کا شدید خطرہ پیدا ہوا۔ وہاں صورتحال ایسی ہے کہ کسی وقت بھی مہاجر اور پٹھان کی چپقلش کا آتش فشاں پھٹ سکتا ہے۔ ابھی نہیں پورے ملک میں حالات ایسے ہیں کہ کسی بھی وقت خانہ جنگی کا آغاز ہو سکتا ہے۔

ان آیات کا تعلق مشرکین عرب سے ہے، لیکن ہم بھی عملاً قرآن، اسلام اور اسلام کی تعلیمات سے دور ہو گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اُن کی روشنی میں اپنی اصلاح کریں، اللہ کی وفاداری کے راستے کو اپنائیں، بندگی کی شاہراہ پر چلیں۔ اللہ کی وفاداری کا پیمانہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے: "اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔"

ذرا غور کیجئے، ایمان کے اِس معیار پر کتنے لوگ پورا اُتر رہے ہیں؟ مجموعی طور پر ہماری قوم کا رویہ وہی ہے کہ عذاب کی مستحق ہو چکی ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ بچا رہا ہے، تو ہمیں شکر گزاری کی روش اپنانی چاہیے۔

آگے فرمایا:

﴿وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾﴾

"اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دو کہ میں تمہارا داروغہ نہیں ہوں۔ ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔"

اللہ کے ہاں طے ہے۔ اللہ نے کتنی مہلت اس قوم کو دینی ہے، یہ بھی فیصلہ اللہ نے کر رکھا ہے۔ اللہ کے ہاں ہر معاملے کے لئے ایک وقت طے ہے۔ بہرکیف ہمیں اس وقت پھر ایک مہلت مل گئی، اللہ تعالیٰ نے ایک موقع اور دے دیا اور بحران ٹل گیا۔ ہمیں اللہ سے بغاوت کی روش کو ترک کر کے وفاداری اختیار کرنی چاہیے۔ یہی نجات اور کامیابی کا راستہ ہے۔ اب میں اپنے تین احساسات بیان کر رہا ہوں۔

☆ پاکستان کے حوالے سے یہ بات ہر آدمی جانتا ہے کہ یہ مسلسل بحران کی زد میں ہے۔ اور حقیقی معنی میں اس کا استحکام اور اس کی بقا صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے، ورنہ یہ اسی طرح لڑھکتا رہے گا اور بحرانوں کا شکار رہے گا۔ کبھی ایک بحران، کبھی دوسرا بحران آکر اس کو عدم استحکام سے دوچار کرتا رہے گا۔ اس لئے کہ بحیثیت قوم ہم اصل نظریے سے منحرف ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک طرف سے یہ خبر آتی ہے کہ فلاں تاریخ کے بعد پاکستان دنیا کے نقشے پر نہیں ہوگا، کبھی کوئی اور تھنک ٹینک اس قسم کی پیشن گوئی کرتا ہے پاکستان فلاں سن میں ٹوٹ جائے گا۔ بہرکیف یہ ملک مسلسل بحرانوں کی زد میں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جب بھی کوئی بحران اپنی آخری انتہا کو پہنچتا ہے، اور آگے اندھیرا نظر آ رہا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر سایہ فگن ہو جاتی ہے، اور پاکستان کو بچا لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسباب کو اس رخ پر ڈال دیتا ہے کہ پھر پاکستان اس خطرے سے جو صاف نظر آ رہا ہوتا ہے باہر نکل آتا ہے۔

☆ کچھ احساس سا ہو رہا ہے کہ شاید بحرانوں کا سلسلہ بھی اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ اب خیر کے دروازے کھلنے کا وقت آ رہا ہے۔ شاید کچھ لوگوں کی محنت، اور قربانیاں کچھ لوگوں کا خلوص، کچھ لوگوں کی دعائیں، اللہ نے قبول کر لی ہیں، واللہ اعلم۔ مشرف صاحب کے جانے کے بعد اگرچہ وقتی خوشی بہت جلد افسوس اور مایوسی میں بدل گئی تھی اس لئے کہ قوم کو معلوم ہوا یہ تو وہی مشرف کی پالیسیوں کا تسلسل ہے۔ بلکہ پہلے سے بڑھ کر امریکہ کی وفاداری کی جا رہی ہے، لیکن جس طرح سوات میں نفاذ شریعت کا معاہدہ ہوا، اور وہاں کا امن بحال ہوا اور نفاذ شریعت کے پراسس کا آغاز ہوا، وہ یقیناً خوش آئند ہے۔ اللہ کرے کہ یہ کام مثبت طور پر آگے بڑھے۔

☆ آزاد عدلیہ کی بحالی اگرچہ اس طور سے نہیں کہ وہ اہداف حاصل ہو سکیں، جو وکلاء تحریک کا اصل حاصل تھا، لیکن اس کے قریب قریب معاملہ پہنچ گیا۔ آزاد عدلیہ کی بحالی سے بھی یقیناً خیر کے دروازے کھلنے کا سلسلہ شروع ہوگا، ان شاء اللہ۔ عوام کے حوالے سے، اُن کے حقوق کے حوالے سے، ملکی مفاد کے حوالے سے خیر کے دروازے اب کھلتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دے، ہمیں اور ہمارے لیڈروں کو دین کے ساتھ سچی لگن عطا فرمائے اور دین اسلام اور پاکستان کے حوالے سے دشمنوں کے مذموم عزائم کو ناکام و نامراد بنائے۔ (آمین) [تلخیص: محبوب الحق عاجز]

دشمنی صرف یہود ہی سے کیوں؟

انجینئر نوید احمد

قرآن حکیم میں سات مقامات پر مسلمانوں کو منع فرمایا گیا کہ وہ کفار سے دوستی نہ کریں۔ اسی طرح چھ مقامات پر کفار سے دوستی کی مذمت کی گئی۔ کفار سے دوستی کی ممانعت یا اس کی مذمت کی اصل وجہ وہ فرق ہے جو نبی کریم ﷺ کے حوالے سے مسلمان اور کفار کے درمیان ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ "اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"۔ (الاعراف:158) ایک مسلمان آپ ﷺ کے دعویٰ کو سچا تسلیم کر کے اس کی تصدیق کرتا ہے اور ایک کافر اسے جھوٹ قرار دے کر اس کی تکذیب کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے مسلمان کی دوستی کیونکر ممکن ہے جو اس ہستی کو جھوٹا سمجھے، جسے ایک مسلمان تمام انسانوں میں افضل ترین ہستی سمجھتا ہے۔ البتہ بعض احباب یہ سوال کرتے ہیں کہ قرآن نے تو تمام کفار سے دوستی سے منع فرمایا، تو پھر صرف اسرائیل یا یہود کے ساتھ دوستی سے ممانعت پر زیادہ زور کیوں دیا جاتا ہے؟ جواب اس سوال کا یہ ہے کہ قرآن نے ہر ایسی کافر قوم سے دوستی سے منع فرمایا ہے جو اسلام یا مسلم دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہو۔ (سورۃ الممتحنۃ آیت 9)، اگر کافروں کا کوئی گروہ مسلمانوں یا اسلام کے خلاف ایسی سرگرمی کا ارتکاب نہ کر رہا ہو تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک یا برابری کی بنیاد پر باہمی وکاروباری تعلقات رکھے جا سکتے ہیں۔ (سورۃ الممتحنۃ آیت 8)۔ البتہ مسلمان کی قلبی دوستی صرف اور صرف مسلمان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے (سورۃ التوبہ آیت 16)۔ یہود کے ساتھ دوستی کی ممانعت پر جو زیادہ زور دیا جاتا ہے اس کی وجوہات از روئے قرآن مجید حسب ذیل ہیں:

1- یہود کا علانیہ عقیدہ ہے کہ اصل انسان صرف یہود ہیں۔ بقیہ تمام لوگ گوئیم یا جینٹائل (Gentile) ہیں جو یہود کی خدمت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں اور ان کا استحصال کرنا یہود کے لئے کوئی جرم نہیں۔ قرآن حکیم میں یہود کے یہ الفاظ نقل کیے گئے کہ:

﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾ (آل عمران:75) "غیر یہود کے ساتھ معاملہ میں ہم سے کوئی مواخذہ نہیں۔" اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی "تفہیم القرآن" میں لکھتے ہیں: "یہ محض یہودی عوام ہی کا جاہلانہ خیال نہ تھا، بلکہ اُن کے ہاں کی مذہبی تعلیم بھی یہی کچھ تھی، اور ان کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کے فقہی احکام ایسے ہی تھے۔ بائبل قرض اور سُود کے احکام میں اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے درمیان صاف تفریق کرتی ہے (استثناء 15:1-3، 23:20)۔ تالمود میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں، مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کرے تو اس پر تاوان ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ کوئی گری پڑی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گرد و پیش آبادی کن لوگوں کی ہے۔ اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے، غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے۔ ربّی اشماعیل کہتا ہے کہ اگر اُمّی اور اسرائیلی کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے تو قاضی اگر اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتوا سکتا ہو تو اس کے مطابق جتوائے اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے۔ اور اگر اُمّیوں کے قانون کے تحت جتوا سکتا ہو تو اس کے تحت جتوائے اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے۔ اور اگر دونوں قانون ساتھ نہ دیتے ہوں تو پھر جس حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کر سکتا ہو کرے۔ ربّی شموایل کہتا ہے کہ غیر اسرائیلی کی ہر غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہیے (تالمودک مسلینی، پال آئزک ہرشوں، لندن 1880ء، صفحات 37، 210، 221)۔"

اپنے اسی عقیدے کی بنا پر یہود نے ہر دور میں غیر یہود کے خلاف سازشیں کی۔ اسی وجہ سے امریکہ میں 1769ء میں دستوری کونشن کے دوران یہودیوں کے امریکہ میں داخلے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے بنجمن فرینکلن نے کہا: "ریاست ہائے متحدہ امریکہ عظیم خطرے سے دوچار ہے۔ یہ عظیم خطرہ یہودی برادری سے ہے۔ یہود جہاں بھی گئے، اخلاق کی سطح پست ہو گئی اور کاروباری دیانت معدوم ہو گئی۔ یہ لوگ بالکل الگ تھلگ اجنبیوں کی طرح رہتے ہیں اور اندرونِ خانہ اپنی الگ ریاست قائم کر لیتے ہیں۔ جب انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو یہ معاشی طور پر اس قوم کا گلا دبا دیتے ہیں۔ پرتگال اور اسپین کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ اپنی اس بدنصیبی پر ماتم کرتے ہوئے انہیں سترہ سو سال سے زیادہ ہو گئے ہیں کہ انہیں اپنے دیس سے نکلنا پڑا تھا۔ لیکن اگر انہیں فلسطین واپس دلوا دیا گیا اور ان کی جائیدادیں بھی انہیں لوٹا دی گئیں، یہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراش لیں گے اور یہیں گھسے رہیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ دوسروں کا خون چوسنا اُن کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ اس لئے یہ اکیلے رہ نہیں سکتے۔ ان کا ایسے لوگوں میں رہنا مجبوری ہے جو ان کی نسل سے نہ ہوں۔

اگر انہیں امریکہ سے سو سال کے اندر نکال نہ دیا گیا تو نہ ہمارے جان و مال محفوظ رہیں گے نہ آزادی۔ جو ملک ہم نے اپنا خون دے کر قائم کیا ہے یہ لوگ اس کی شکل ہی بدل کر رکھ دیں گے اور الٹا ہمارے اُوپر حکمران بن کر بیٹھ جائیں گے۔ اور اگر یہ لوگ دو سو سال تک یہاں رہ گئے تو ہماری نسل آئندہ ان کی غلام ہو گی جو ان کی خاطر کام پر لگی ہو گی اور یہ بیٹھ کر کھا رہے ہوں گے۔

میری بات کان کھول کر سن لو اگر تم نے انہیں

> بنجمن فرینکلن نے کہا: "ریاست ہائے متحدہ امریکہ عظیم خطرے سے دوچار ہے۔ یہ عظیم خطرہ یہودی برادری سے ہے۔ یہود جہاں بھی گئے، اخلاق کی سطح پست ہو گئی اور کاروباری دیانت معدوم ہو گئی

یہاں سے نکالنے میں سستی برتی تو آئندہ آنے والی نسلیں تمہیں تمہاری قبروں میں بھی معاف نہیں کریں گی۔ ان کی دس نسلیں بھی ہمارے ساتھ بیت جائیں لیکن یہ اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ چیتا جہاں گھس جائے وہاں سے نہیں نکلتا۔ یہودی اس سرزمین پر خطرہ ہیں۔ یہ ہمارے اداروں کو تباہ کردیں گے۔ انہیں دستور کے ذریعے یہاں سے بے دخل کردیجیے۔"

یہودی اس سرزمین پر خطرہ ہیں۔ یہ ہمارے اداروں کو تباہ کردیں گے۔ انہیں دستور کے ذریعے یہاں سے بے دخل کردیجیے

موجودہ حالات شاہد ہیں کہ بنجمن فرینکلن کے خدشات درست ثابت ہوئے۔ "فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے" کے مصداق آج امریکہ یہودی تھنکرز کے شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور امریکی قیادت یہود کی آلۂ کار بننے پر مجبور ہے۔ افغانستان و عراق میں امریکہ کا جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے لیکن درحقیقت فائدہ اسرائیل کو پہنچ رہا ہے اور Greater Israel کے قیام کی راہ میں رکاوٹیں دور ہو رہی ہیں۔

2- سورہ مائدہ آیت 82 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "تم مسلمانوں کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں تو بہت سے لوگ ہر دور میں نبی کریم ﷺ کی عظمت کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ شاہ نجاشی، قیصر روم، ڈاکٹر مائیکل ہارٹ اور موریس بوکائے وغیرہ نے نبی کریم ؐ کی صداقت کی جس طرح گواہی دی، وہ بے مثال ہے۔ لیکن یہود میں سے یہ توفیق شاذ و نادر ہی کسی کو ہوئی ہے۔

3- قرآن نے منع فرمایا ہے کہ 'مسلمان' مسلمان کے مقابلہ میں کفار کو دوست نہ بنائیں (سورہ آلِ عمران آیت 28، سورۃ النساء آیت 144)۔ یہودیوں نے فلسطینی مسلمان بھائیوں کو ان کے علاقوں سے بے دخل کرکے اسرائیل بنایا اور وہ گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ ایسے میں یہود سے دوستی قرآن کے احکامات کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

4- قرآن نے جابجا یہود کی ایسی مذمت کی جو کسی اور کافر قوم کی نہیں کی۔ چار بار قرآن میں انہیں "مغضوب قوم" قرار دیا گیا (سورۃ البقرہ آیت 61 اور آیت 90، سورۃ آل عمران آیت 111، سورۃ المائدہ آیت 60)۔ پانچ بار یہود کو ملعون قوم قرار دیا گیا (سورۃ البقرہ آیت 88، سورۃ النساء آیت 46 اور 52، سورۃ المائدہ آیت 13، اور آیت 78)۔ سورۃ الاعراف آیت 167 میں اللہ نے اعلان کردیا کہ قیامت تک ان پر ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو انہیں شدید عذاب سے دوچار کرتے رہیں گے۔

5- قرآن نے کہا کہ تم یہود پر کبھی بھی اعتماد نہیں کرسکتے۔ تمہیں ہمیشہ ان کی طرف سے وعدہ خلافی کے صدمے پہنچتے ہی رہیں گے (سورۃ المائدہ 13)۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ آکر تین یہودی قبائل سے میثاق مدینہ کے نام سے معاہدات کیے اور تینوں نے ان معاہدات کی نہ صرف خلاف ورزی کی بلکہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکانے میں ان ہی کا ہاتھ رہا۔ (سورۃ المائدہ :64)

یہود کے عزائم بالکل واضح اور علی الاعلان ہیں۔ وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرکے تیسری بار ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور ایک ایسا Greater Israel بنانا چاہتے ہیں جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہو۔ اس اعتبار سے ان سے دوستی کیوں کر ممکن ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ جب ہم ملک کی داخلہ پالیسی میں آیاتِ قرآنی سے رہنمائی حاصل نہیں کرتے تو خارجہ پالیسی میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بحیثیت مسلمان ہماری رائے اس کے برعکس ہونی چاہیے۔ ہمیں اپنے تمام اندرونی و بیرونی تمام معاملات میں قرآن سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

✿✿✿✿✿

پریس ریلیز — 3 اپریل 2009ء

جس قوت نے امریکہ سے افغانستان اور عراق پر حملہ کرایا، اب اس کا ٹارگٹ پاکستان ہے

اگر ہم ڈرون حملوں پر خاموش تماشائی بنے رہے تو ہمیں اسلام آباد، لاہور یا فیصل آباد میں بھی ڈرون حملوں کے لیے تیار رہنا چاہیے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کی ناؤ شدید طوفانوں کی زد میں ہے۔ دشمنانِ اسلام پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں اور انہیں پاکستان کا اسلامی تشخص کسی طور گوارا نہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ جس قوت نے امریکہ سے افغانستان اور عراق پر حملہ کرایا، اب اس کا ٹارگٹ پاکستان ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ قبائلی علاقوں میں ڈرون حملے پاکستانی حکمرانوں کی اشیرباد سے ہو رہے ہیں۔ مناواں ٹریننگ سکول پر حملہ اسی حکومتی پالیسی کا ردعمل ہے۔ اگر ہم اس ظلم وزیادتی پر خاموش تماشائی بنے رہے تو ہمیں اسلام آباد، لاہور یا فیصل آباد میں بھی ڈرون حملوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ امریکی صدر اوبامہ کی پاکستان اور افغانستان کے حوالے سے پالیسی صدر بش ہی کا تسلسل نہیں بلکہ دو قدم آگے ہے۔ صدر اوبامہ کی صورت میں صرف چہرہ بدلا گیا ہے ورنہ اوبامہ کی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا ہمیں امریکہ سے کسی خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ ہم نے امریکہ کی جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی بن کر بہت کچھ کھویا ہے۔ حتیٰ کہ ہماری سالمیت اور بقا بھی داؤ پر لگ گئے ہیں۔ اب ہمیں امریکہ کو صاف جواب دینا ہوگا کہ ہم اس کا مزید ساتھ نہیں دے سکتے۔ آخر افغانی بھی نائن الیون کے بعد امریکہ کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں اور اسے ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اگر ہم اللہ سے وفاداری اختیار کریں تو اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی پھر امریکہ کیا پوری دنیا بھی مخالف ہو جائے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

آفاتِ لسان

عبدالرزاق کوڈواوی

زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان کے عقل و خیال میں جو چیز آتی ہے، زبان اس کو الفاظ کا جامہ پہناتی ہے۔ زبان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انسان کے تمام اعضاء زیادہ کام کے بعد تھکن محسوس کرتے ہیں لیکن یہ ایک ایسا عضو ہے جو تھکتا نہیں۔ یہ دل کی صورت کو الفاظ میں لانے کا ذریعہ بھی ہے۔ اور الفاظ کی کیفیات کا اثر جب دل پر ہوتا ہے تو انسان روتا ہے، گریہ وزاری کرتا ہے تو دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس رقت اور سوز کی آگ سے جو بخارات بنتے ہیں وہ آنسوؤں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں۔ جب انسان ہنستا ہے تو اس کا دل ایک عجیب تاریکی اور غفلت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اس لئے حدیث میں زیادہ ہنسنے اور قہقہہ لگانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؓ نے دل کے بارے میں فرمایا:

"دل کو موعظت سے زندہ کرو، زُھد سے مارو، یقین سے قوت دو اور حکمت سے روشن کرو۔"

ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

"دل مرکزِ اعمال ہے۔ بگڑا ہوا دل نیکی نہیں کر سکتا۔ دل کی غذا علم و حکمت ہے اور انہی دونوں سے اس کی زندگی ہے۔"

شیخ ابنِ عطاءؒ نے فرمایا:

"اطاعت و عبادت کے فوت ہو جانے پر غم کا نہ ہونا اور برائیوں اور گناہوں کے سرزد ہونے پر پشیمان نہ ہونا دل کی موت کی علامت ہے۔"

شریعت نے انسان کے دل کو سلطان بدن قرار دیتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر یہ صحیح ہوگا تو انسان کے تمام اعمال درست ہوں گے اور تباہی و بربادی جب قلب کے اس گوشہ میں ہوگی تو انسان کے تمام اعمال میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس دل کا انسان کی زبان سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

زبان کا صحیح استعمال قلب کی روشنی کا اور اس کا غلط استعمال قلب کی تاریکی کا باعث بنتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

"مسلمان زبان کی بدولت گناہ کی ایک فصل بوتا ہے جسے آخرت میں وہ جہنم کی شکل میں کاٹے گا، اور زبان ہی کی بدولت نیکی کی ایک فصل بوتا ہے جسے وہ آخرت میں جنت کی شکل میں کاٹے گا۔"

انسان کے جسم میں تین چیزیں انتہائی اہم ہیں۔

(1) قلب (2) زبان (3) شرمگاہ

قلب اور زبان کے متعلق تو قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ "مسلمانو اللہ سے ڈرو (اس کی نافرمانی سے بچو) اور ٹھیک بات کہو۔ (یعنی ڈرنا دل کا فعل ہے اور باتیں کرنا زبان کا فعل ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

(الاحزاب 71،70)

صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دے دوں گا۔"

> انسان کے جسم میں زبان اور شرمگاہ دو خطرناک اور کمزور مقامات ہیں جہاں شیطان کو حملہ کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اور زیادہ تر گناہ انہی دو چیزوں کی حفاظت نہ کرنے سے سرزد ہوتے ہیں

اگر ایک مسلمان اِن تینوں چیزوں کی حفاظت کرتا ہے تو وہ یقیناً اپنے آپ کو بہت سی برائیوں اور گناہوں سے بچا لیتا ہے۔ انسان کے جسم میں زبان اور شرمگاہ دو خطرناک اور کمزور مقامات ہیں، جہاں شیطان کو حملہ کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اور زیادہ تر گناہ انہی دو چیزوں کی حفاظت نہ کرنے سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انسان ان کو شیطان کے حملوں سے بچالے تو ظاہر ہے اس کی قیام گاہ جنت میں ہوگی، جس کی ضمانت نبی ﷺ نے اس حدیث میں دی ہے۔

اس سلسلے میں چند باتیں جو سمجھنے کی ہیں۔ اخلاقِ ذمیمہ اور اخلاقی برائیاں پیدا کرنے والی جو بہت سی برائیاں ہیں ان میں "آفاتِ لسان" سرِ فہرست ہیں۔ جس طرح ایک تندرست انسان کو بیماری لگ جاتی ہے تو وہ اپنی صحت کو کھو کر موت کی سرحد پر جا کھڑا ہوتا ہے، بالکل اسی طرح بعض اخلاقی بیماریاں ایسی ہیں جو انسان کی رُوحِ معرفت کو بالکل مضمحل کر دیتی ہیں اور اسی بنا پر ان کو آفات کہا جاتا ہے۔ اگر ان بیماریوں کا تعلق دل سے ہے تو وہ آفاتِ قلب کہلائیں گی۔ اگر اِن بیماریوں کا تعلق زبان سے ہے تو وہ آفاتِ لسان کہلائیں گی۔ اگر ان بیماریوں کا تعلق علم سے ہے تو آفاتِ علم اور اگر ان کا تعلق نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے ہے تو اس طرح وہ آفاتِ نماز، آفاتِ روزہ آفاتِ حج وغیرہ کہلائیں گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حدیث کی تشریح میں ہم تفصیل سے جائزہ لیں کہ حضور ﷺ نے اس حدیث میں اتنی بڑی ضمانت دی ہے کہ جو اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اس کے لئے جنت کا ضامن بننے کے لئے تیار ہوں۔

برائیوں میں وہ برائیاں جن کا زبان سے تعلق ہے ان کا بڑا تفصیلی اور گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جب یہ تمام چیزیں ہمارے علم میں آئیں گی تو اس کے بعد ہی یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ان سے پرہیز بھی کر سکیں گے، اس کی حفاظت بھی کر سکیں گے اور اپنے آپ کو ان اخلاقی برائیوں سے بھی بچا سکیں گے جن کا تعلق زبان سے ہے۔

زبان ایک بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کے جسم میں گوشت کا ایک نازک ٹکڑا ہے۔ لیکن اس زبان کے بارے میں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جتنی برائیاں انسان اس زبان سے کر سکتا ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا۔ غیبت اور چغلی زبان سے ہوتی ہے، اپنے بھائی کی دل

آزاری اس سے ہوتی ہے۔ فحش گوئی، لغو باتیں، گالی گلوچ، جھوٹ، خوشامد اسی زبان سے ہوتی ہیں۔ اخلاقی برائیوں کی فہرست میں بہت سی برائیاں ایسی ہیں جن کا تعلق اس زبان سے ہے، اور یہی وہ زبان ہے کہ اس سے انسان جتنی چاہے نیکیاں کرسکتا ہے۔ اللہ کا ذکر زبان سے کیا جاتا ہے۔ نماز میں جو چیزیں پڑھی جاتی ہیں، اُن کا ذریعہ بھی زبان ہے۔ دعا و استغفار، ذکر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور وعظ و تلقین جیسی تمام چیزیں بھی انسان اپنی زبان سے کرتا ہے۔

> **حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے زبان کے بارے میں بہت ہی عمدہ بات فرمائی کہ**
> **زبان کو شکوے شکایت سے بچاؤ، اس سے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہوگا**

اب ہر مسلمان کے ظرف کی بات ہے کہ وہ زبان کو کس کام میں لاتا ہے۔

زبان کے دو کام بہت اہم ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کے عقل و خیال میں جو چیزیں آتی ہیں، زبان ان کو الفاظ کا جامہ پہناتی ہے اور دوسری بات یہ کہ میٹھے، کڑوے اور ترش ذائقے ہم زبان کے ذریعے ہی محسوس کرتے ہیں۔ اگر زبان کے اس چھوٹے سے ٹکڑے سے ذائقہ کی یہ قدرت سلب کرلی جائے تو پھر ہم میٹھے اور کڑوے میں کوئی تمیز نہیں کرسکتے۔ پھر زبان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انسان کے اعضاء اگر زیادہ کام کریں تو تکان محسوس کرسکتے ہیں۔ انسان زیادہ چلے گا تو اس کے پاؤں تھک جائیں گے۔ کوئی بھاری شے اُٹھائے گا تو اس کے ہاتھ تھک جائیں گے۔ کوئی بھی چیز مستقل دیکھتا رہے گا تو آنکھیں تھک جائیں گی۔ اگر کسی چیز کو مستقل سنتا رہے گا تو اس کے کان تھک جائیں گے۔ لیکن زبان ایک ایسا عضو ہے جس کے پاس تھکن کا سرے سے کوئی تصور نہیں۔ زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ تھکتی نہیں۔

زبان کا دل سے بڑا گہرا تعلق ہے اور دل کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر یہ درست رہے تو انسان کے تمام اعمال درست رہتے ہیں اور اگر یہ خراب تو اس کی پوری زندگی تباہ و برباد ہوجائے گی اور وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے"۔ اس دل میں روشنی پیدا کرنے، اِسے شقاوت سے بچانے، اِسے تاریکی اور اندھیرے سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ زبان کا صحیح استعمال کیا جائے۔ اگر آدمی زبان کو سچائی میں، خیر خواہی میں، نیکی کے کام میں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں، دعا و استغفار میں، اللہ کے ذکر میں اور تلاوتِ قرآن میں استعمال کرے تو یقیناً یہ ایسی نیکی ہے جو اسے جنت میں پہنچائے گی، اور اگر وہ زبان سے جھوٹ اور فحش بکتا ہے، بدکلامی اور گالی گلوچ کرے، دل آزاری، تمسخر اور استہزاء کرے، زبان کو لایعنی گفتگو میں استعمال کرے تو یقیناً یہ زبان اُسے بدی کے راستے پر لے جاتی ہے اور پھر یہ بدی اسے جہنم میں پہنچائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ بات بھی بیان فرمائی کہ "مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ اگر وہ گفتگو کرتا ہے تو یا وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے یا امر بالمعروف کرتا ہے یا منکرات سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، ورنہ پھر خاموش رہتا ہے، اور یہ دونوں صورتوں میں خیر ہی سمیٹتا ہے"۔ ایک صحابیؓ آپ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ مجھے کوئی جامع نصیحت کیجئے۔ آپؐ نے اپنی زبانِ مبارک نکالی اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرو۔ اس طرح یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ زبان ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ اگر ایک مسلمان اس کی حفاظت کرتا ہے تو اس کے لئے یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ اور اگر وہ اس کا غلط استعمال کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں بہت ساری اخلاقی برائیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے زبان کے بارے میں بہت ہی عمدہ بات فرمائی کہ زبان کو شکوے شکایت سے بچاؤ،

> **جیمس بوسٹن کا قول ہے دنیا کی لڑائیاں اور آدھے مقدمے محض زبان ہی کا جادو ہیں**
> **پرندے اپنے پاؤں کے باعث جال میں پھنستے ہیں اور انسان اپنی زبان کی بدولت**

اس سے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہوگا۔ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے اور حضرت علی ؓ نے زبان کے بارے میں یہ بات فرمائی کہ زبان کو ایسے محفوظ رکھو جیسے تم سونا اور چاندی کو محفوظ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا، وہ پشیمان ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ انسان کی زبان دل کی ترجمان ہے اور اس کا چہرہ دل کا آئینہ ہے۔ زبان ہمیں اس لئے عطا کی گئی ہے کہ ہم اس سے خوشگوار باتیں کرسکیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے زبان کے بارے میں فرمایا کہ زبان کے غلط استعمال اور لغویات سے دل کی شقاوت میں اضافہ ہوتا ہے اور شقی القلب انسان اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ جیمس بوسٹن کا قول ہے کہ دنیا کی لڑائیاں اور آدھے مقدمے محض زبان ہی کا جادو ہیں۔ اسی طرح اس نے یہ بات کہی کہ پرندے اپنے پاؤں کے باعث جال میں پھنستے ہیں اور انسان اپنی زبان کی بدولت۔ اگر بیوقوف آدمی اپنی زبان کو لگام دے دے تو عقل مند شمار ہوگا۔ یہی بات ایک بزرگ نے بھی کہی ہے کہ انسان کی قابلیت اس کی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

مسلمان بات کرتا ہے تو اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ کتنے پانی میں ہے۔ زبان کے صحیح استعمال میں عافیت ہے اور انسان کو ہر وقت سچائی سے کام لینا چاہیے۔ حضرت لقمان سے زبان کے بارے میں یہ ارشاد منقول ہے کہ زبان اور دل اگر پاک ہوں تو ان سے بہتر کوئی شے نہیں، اور اگر یہ پاک نہیں تو ان سے بدتر کوئی شے نہیں۔ حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ انسان پر مصیبت کا نزول اکثر زبان ہی کی بدولت ہوتا ہے۔ شیکسپیئر زبان کے بارے میں لکھتا ہے کہ بے وقوف آدمی کا دل منہ میں اور عقل مند آدمی کی زبان دل میں ہوتی ہے۔ ایک دانا کا قول ہے کہ امن و عافیت درکار ہے تو اپنی آنکھ اور کان سے زیادہ کام لو اور زبان کو قابو میں رکھو۔ خالی دماغ اور قینچی کی طرح چلنے والی زبان میں گہری دوستی ہوتی ہے۔ خالی دماغ بے کار باتیں سوچتا ہے اور زبان اس کی تشہیر کا ذریعہ ہے۔ ایک عربی کہاوت ہے کہ جاہل کی زبان اس کی مالک اور عاقل کی زبان اس کی مملوک ہے۔ فارسی کی کہاوت ہے کہ خاموشی کی زبان سینکڑوں زبانوں سے اچھی ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا اقوال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جتنی بھی گفتگو کرتا ہے اس کی تین بڑی قسمیں ہیں۔ مفید گفتگو، جس میں دین و دنیا کا کوئی فائدہ ہو۔ مضر گفتگو، جس میں دین و دنیا کا کوئی نقصان ہو۔ مباح جس میں نہ کوئی نیکی کی بات ہے نہ گناہ کی، نہ فائدہ نہ نقصان۔ البتہ یہ مباح گفتگو بھی اکثر کرتے رہنا زبان کو بے احتیاطی کی طرف لے جاتا ہے۔

رذائل اخلاق میں آفاتِ لسان کو سرِ فہرست رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ بہت سی اخلاقی برائیاں ایسی ہیں جن کا تعلق زبان ہی سے ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے

لگایا جا سکتا ہے کہ جھوٹ، غیبت، بہتان، گالی، چغلی، تمسخر اور استہزاء، خوشامد، یہ وہ اخلاقی برائیاں ہیں جو کسی مسلمان کے اندر اگر پروان چڑھ جائیں تو نہ صرف اس کو بدی کی راہ دکھاتی ہیں بلکہ وہ شخص حقوق العباد کی کوتاہی کی بنا پر اپنی تمام نیکیوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس میں آپ ؐ نے مفلس کی تعریف فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے ارشاد فرمایا: ''جانتے ہو مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ہم میں مفلس وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال ومتاع نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے جو روزِ قیامت نماز، روزے زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس کے ساتھ یہ برائیاں بھی ہوں گی کہ فلاں کو گالی دی ہے، فلاں پر تہمت لگائی ہے، فلاں کا مال کھایا ہے، فلاں کا خون بہایا ہے اور فلاں کو مارا پیٹا ہے، پس اس کی بعض نیکیاں فلاں کو اور بعض نیکیاں فلاں کو دے دی جائیں گی، اب اگر اس کی سب نیکیاں ختم ہو گئیں اور ادائیگی باقی رہی تو پھر ان سب کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔'' (رواہ مسلم)

زبان کے صحیح استعمال کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ ذکر کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ذکرِ لسانی اور ذکرِ حقیقی۔ ذکر سے مطلوب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں اللہ کی یاد اور اس کا تصور اس قدر غالب ہو کہ وہ ہر وقت اللہ کو اپنے سامنے پائے اور یہ تصور اس پر اتنا غالب ہو کہ وہ اس کو نیکیوں کی طرف گامزن کرے اور برائیوں سے بچائے۔

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صحابیؓ آئے اور کہا کہ مجھے کوئی دعا بتلایئے۔ آپ ؐ نے یہ دعا تلقین فرمائی: کہو، ''اے اللہ! تو میرے ایمان کو نفاق سے بچا، میری زبان کو جھوٹ سے بچا، میرے عمل کو ریاکاری سے بچا اور میری آنکھوں کو خیانت سے بچا۔''

انسان جتنا اپنی زبان کو اخلاقی برائیوں اور جھوٹ وغیرہ میں استعمال کرتا ہے، اسی قدر اس کے دل میں شقاوت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے اور جتنا زیادہ وہ ذکر کو زبان پر لاتا ہے، وہ اذکار و وظائف اور دعائیں اس کے دل کو منور کرتی ہیں۔ اس کے دل کے اندر اطمینان اور اللہ کی طرف رجوع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ دل سلطانِ جسم ہے اور تمام احساسات اور کیفیات کا تعلق قلب سے ہوتا ہے۔ ایک مومن کے ایمان کا، کافر کے کفر کا، سخی کی سخاوت، بخیل کے بخل، مخلص کے اخلاص اور متکبر کے کبر کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں عطا کر دیں، اس کے لئے بڑے خیر کا فیصلہ کیا، گویا اُسے دین و دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہو گئیں۔ اور وہ تین چیزیں یہ ہیں: خدا کا ذکر کرنے والی زبان، با کفایت رزق اور نیک و صالح بیوی۔ (جاری ہے)

✿✿✿✿✿

نبی ﷺ کے پاس ایک صحابیؓ آئے اور کہا کہ مجھے کوئی دعا بتلایئے۔ آپ ؐ نے تلقین کی: کہو، اے اللہ! تو میرے ایمان کو نفاق سے بچا، میری زبان کو جھوٹ سے بچا، میرے عمل کو ریاکاری سے بچا اور میری آنکھوں کو خیانت سے بچا!

QTV پر نشر ہونے والا

دورۂ ترجمۃ القرآن

بزبانِ پنجابی

مترجم: **رحمت اللہ بٹر** (ناظم دعوت تنظیم اسلامی)

DVD35 میں، جس کی قیمت **2450** روپے ہے،

اب صرف **1200** روپے میں دستیاب ہے

یہ آفر محدود مدت کے لئے ہے، لہٰذا پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر

اپنے **علاقائی تنظیمی مراکز** سے رابطہ کریں

براہِ راست مرکز سے منگوانے کیلئے اپنا آرڈر بذریعہ خط، ای میل یا فیکس بھیجیں

نوٹ: تین ماہانہ اقساط میں بھی دستیاب ہے

مرکز تنظیم اسلامی 67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6316638-6366638
فیکس: 042-6271241 ای میل: markaz@tanzeem.org

✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی عمر 24 سال، تعلیم ایم اے ایجوکیشن کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4191814 042-5202284

☆ جٹ فیملی سے تعلق 21 سالہ دوشیزہ پنجاب یونیورسٹی میں زیر تعلیم B.B.A، قد 5 فٹ 3 انچ کے لئے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 042-8717393

☆ گوندل فیملی کی دو بہنیں عمریں 30 سال اور 26 سال، تعلیم بالترتیب ایم اے ایجوکیشن اور ایم اے پولیٹیکل سائنس، دیندار اور شریف گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0333-4478287 042-5165129

☆ میرے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بیٹے، عمر 28 سال، قد 5 فٹ 11 انچ کے لئے دینی رجحان کی حامل ایجوکیٹڈ فیملی سے خوبصورت اور خوب سیرت بیٹی کا رشتہ درکار ہے۔ جہیز کی بالکل ضرورت نہیں۔
برائے رابطہ: 0334-4333233 042-6636427

☆ شرعی پردے کی پابند ایک 27 سالہ خوبصورت دوشیزہ بسمی گورنمنٹ گرلز کالج لاہور میں انگلش لیکچرر کے لئے کم از کم گریجویٹ اور دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0333-4298323

علامہ اقبال اور تلاوتِ قرآن

حافظ محمد مشتاق ربانی

علامہ اقبال کی شخصیت کی تشکیل میں صرف ان تعلیمی اداروں اور جامعات کا ہی عمل دخل نہیں رہا جن میں انہوں نے تعلیم حاصل کی بلکہ سب سے زیادہ قرآن مجید کا عمل دخل نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری، خطبات اور خطوط قرآنی تلمیحات و آیات سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی باقاعدگی سے اور انتہائی ادب و احترام سے تلاوت کرتے تھے۔ نہ صرف فجر کی نماز کے بعد ہی تلاوت اُن کا معمول تھا بلکہ دن میں وہ کئی مرتبہ تلاوت کرتے۔ تلاوت کے دوران اتنی دل سوزی کی یہ کیفیت ہوتی کہ ان کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں۔

علامہ اقبال قرآن مجید کی عام روایتی انداز سے تلاوت نہیں کرتے تھے بلکہ دوران تلاوت اس سے ہم کلام ہو جاتے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اپنی کتاب ''اقبال اور قرآن'' (ص 7) میں اقبال کی زبانی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو اقبال نے سید سلیمان ندوی کو ایک سفر کے دوران سنایا۔ اقبال فرماتے ہیں:

''جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے اوراد و وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا: ''کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔''

میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا: ''جب امتحان دے لو گے، تب۔''

جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: ''جب پاس ہو جاؤ گے۔''

جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: بتاؤں گا۔''

ایک دن صبح کو حسب دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئے اور فرمایا:

''بیٹا کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اتر رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔''

یہی وہ فقرہ تھا کہ جو اقبال کے دل میں اتر گیا اور جس کی لذت وہ تا حیات محسوس کرتے رہے۔ شاید اسی بات سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ شعر کہا۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

تلاوتِ قرآن میں باقاعدگی کا یہ حال تھا کہ سفر کی حالت میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ اس حالت میں بھی تلاوت کرتے ہوئے خوب تدبر کرتے اور حاصل ہونے والے نتائج کو اپنے دور کے

> علامہ اقبال فرماتے ہیں: ایک دن صبح میں حسب دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو میرے والد میرے پاس آ گئے اور فرمایا: ''بیٹا! جب قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اتر رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔''

آئینہ میں دیکھتے۔ محمد حسین عرشی اپنے مضمون ''علامہ اقبال کی صحبت میں'' (''ملفوظاتِ اقبال'' از محمود نظامی) ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس میں علامہ اقبال نے فرمایا:

''یورپ سے آتے ہوئے ایک صبح جہاز میں میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا آ گئی:

﴿وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ (البقرہ 126)

''اے میرے پروردگار حرم کعبہ کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عنایت فرما۔''

اس سے میری طبیعت بے حد متاثر ہوئی۔ اس دعا کو زبان سے نکلے ہوئے چار ہزار سال گزر گئے۔ اس کی مقبولیت ایک بدیہی حقیقت بن گئی ہے۔ تمام اسلامی ممالک ایران، عراق، شام، افغانستان، بیروت، ترکی وغیرہ جو حرمِ کعبہ سے روحانی تعلق رکھتے ہیں پھلوں کے رزق سے معمور ہیں اور غیر اسلامی دنیا یورپ، امریکہ وغیرہ اس نعمتِ خداوندی سے محروم۔ سبحان اللہ!''

علامہ اقبال کی تلاوت کی کیفیت کو مختلف حضرات نے اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے۔ سب کے بیانات میں قدرِ اشتراک ہے۔ یہاں صرف ایک بیان پیش خدمت ہے جو حکیم محمد حسن قرشی کا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون ''حکیم مشرق'' (یہ مضمون بھی ''ملفوظاتِ اقبال'' میں ہے) میں علامہ مرحوم کی تلاوت کی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن حکیم سے ان کو بے حد شغف تھا۔ وہ بچپن سے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآن حکیم پڑھتے ہوئے وہ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ آواز بیٹھ جانے کا انھیں سب سے زیادہ قلق یہ تھا کہ وہ قرآن حکیم بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بیماری کے دنوں میں بھی جب کبھی کسی نے قرآن حکیم کو خوش الحانی سے پڑھا تو آنسو جاری ہو گئے اور ان پر لرزش و اہتزاز کی کیفیت طاری ہو گئی۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ تلاوت قرآن کا اصل مقصد ہدایات و راہنمائی حاصل کرنا ہے، جیسے فرمایا: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ''لوگوں کے لیے ہدایت'' لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن مجید کی محض تلاوت بھی ہمارے لئے مفید ہوتی ہے اور انسانی زندگی پر انتہائی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔ ترمذی شریف (کتاب فضائل القرآن) میں حدیث نبوی ہے:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ "الٓمّٓ" حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ))

''جس نے قرآن حکیم سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہوگی اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔''

آپ حیران ہوں گے کہ اقبال ایک فلسفی ہو کر بھی اسی عقیدے کے حامل تھے کہ قرآن پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ چنانچہ 14

جنوری 1922ء کو نیاز الدین خان کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے، تاکہ قلب، محمدیؐ نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوصِ دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔"

اس نقطۂ نظر کے وہ اس لیے حامل تھے کہ ان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف نبی کریمؐ کو قرآن کا نہ صرف مفہوم القاء کیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا متن آپؐ کے دل اطہر پر ثبت کیا جس کی محض قرأت ہی ثواب کا باعث ہے۔ (البتہ قرأت کے ساتھ ساتھ تفہیم کی بھی پوری کوشش کرنی چاہیے) اس ضمن میں سید وحید الدین اپنی کتاب "روزگارِ فقیر" (نقش اوّل) میں اقبال کی زبانی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ فارمین کرسچین کالج (Forman Christian Collage) لاہور کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے مجھے بھی دعوت شرکت دی۔ اجلاس کا پروگرام ہونے کے بعد چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ہم لوگ چائے پینے بیٹھے تو ڈاکٹر لوکس میرے پاس آئے اور کہنے لگے، چائے پی کے چلے نہ جانا۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ہم لوگ چائے پی چکے تو ڈاکٹر لوکس آئے اور مجھے اپنے ساتھ ایک گوشے میں لے گئے اور کہنے لگے: "اقبال! مجھے بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر پر قرآن مجید کا مفہوم نازل ہوا تھا اور چونکہ انہیں صرف عربی زبان آتی تھی، انہوں نے قرآن کریم عربی میں منتقل کر دیا تھا یا عبارت ہی اسی طرح اُتری تھی۔" میں نے کہا: "یہ عبارت ہی اُتری تھی۔" ڈاکٹر لوکس نے حیران ہو کر کہا: "اقبال! تم جیسا پڑھا لکھا آدمی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ یہ عبارت اسی طرح اُتری ہے۔" میں نے کہا: "ڈاکٹر لوکس! یقیناً! میرا تجربہ ہے، مجھ پر شعر اُترتا ہے تو پیغمبر پر عبارت کیوں نہیں پوری اُتری ہو گی۔"

علامہ اقبال نہ صرف خود باقاعدگی سے تلاوت کرتے بلکہ دوسروں کو بھی تلاوت قرآن حکیم کی تلقین کرتے۔ سید نذیر نیازی اپنی کتاب "دانائے راز" (ص 32) میں لکھتے ہیں:

"اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز (شیخ عطا محمد کے بیٹے) نے جب وکالت شروع کی تو علامہ اقبال نے انہیں نماز کی پابندی اور تلاوت قرآن کی تاکید کی۔ ایک خط میں آپ نے لکھا کہ: "قرآن پر زیادہ اصرار کرتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے فوائد میرے تجربے میں آ چکے ہیں۔"

اسی طرح تلاوت قرآن حکیم سننے کے سلسلے میں "روزگار فقیر" (ص 162، 163) میں سر راس مسعود (سر سید احمد خان کے پوتے) اور ان کی بیگم کے بارے میں ایک واقعہ نقل ہے کہ:

"ان کی صاحبزادی نادرہ مسعود کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ڈاکٹر صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور حسب معمول اپنے دوست راس مسعود کے یہاں قیام فرمایا۔ مرحوم ان دنوں بھوپال اسٹیٹ میں وزیر تعلیم تھے۔ بیگم راس مسعود کی صحت کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب فکر مند ہوئے۔ انہوں نے ہدایت کی کہ بیگم صاحبہ روزانہ صبح سویرے باغ میں چہل قدمی کیا کریں، باغ کی روشوں اور سبزے پر ٹہلیں، تازہ اور خوش رنگ پھولوں سے لطف اندوز ہوں۔ ساتھ ہی کسی خوش الحان قاری کا انتظام کیا جائے، جو بیگم صاحبہ کو اس گل گشت کے بعد انہیں سورۂ رحمٰن سنایا کرے۔

ڈاکٹر صاحب کی ہدایت اور مشورہ کے بعد خوش الحان قاری کی تلاش شروع ہوئی۔ متعدد قاری صاحبان آئے ان کی قرأت سنی گئی۔ آخر کار ایک قاری کا انتخاب خود ڈاکٹر صاحب نے کیا۔

بیگم راس مسعود اس واقعہ کی حرف بہ حرف تصدیق کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی اس ہدایت پر پورا پورا عمل کیا گیا۔ میں ہر روز علی الصبح باغ میں ٹہلنے کے لیے جاتی اور ایک نہایت ہی خوش الحان قاری مجھے سورۂ رحمٰن سناتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سورج طلوع بھی نہ ہونے پاتا، اور میں پھول چن کر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں لے کر جاتی، پھولوں پر شبنم کے قطرے جھلملائے ہوتے۔ بچی کے پیدا ہونے تک روزانہ صبح کے وقت بیگم راس مسعود کا یہی معمول رہا۔"

ہمیں چاہیے کہ ہم بھی تلاوتِ قرآن کریم کو اپنا معمول بنائیں، اسے تجوید اور خوش الحانی سے پڑھنا سیکھیں، اس سے حاصل ہونے والے فہم کو اپنے اندر جذب کریں تاکہ ہدایت و فلاح کے سوتے پھوٹیں اور دنیا و آخرت کی سعادتیں نصیب ہوں۔ اسی سے ہمارے علم و فکر کو صحیح سمت میسر آئے گی جیسا کہ اقبال کی فکر کو قرآن حکیم کے سائے میں پروان چڑھنے کا موقع نصیب ہوا، جس سے اُن کے خیالات و تصورات کو قبولِ عام حاصل ہوا۔

✿✿✿✿✿

بقیہ: اداریہ

ایسی جماعت کا رکن بننا ہوگا جو یہ موقف رکھتی ہو کہ اس ملک میں اسلام صرف انقلاب کے ذریعے نافذ ہو سکتا ہے۔ جماعت کے رکن کی حیثیت سے وہ ایسی تربیت حاصل کرے جس سے وہ سمع و طاعت کا خوگر ہو جائے یعنی امیر کا حکم اُس کے لیے حرفِ آخر ہو، البتہ امیر صرف شریعت کے دائرہ کے اندر حکم دینے کا پابند ہوگا۔ جب ایسے پختہ لوگ ایک بڑی تعداد میں دستیاب ہو جائیں جو شریعت کے پابند ہوں اور کسی صورت تشدد آمیز کارروائیوں میں ملوث نہ ہوں، خود تشدد جھیلیں لیکن جوابی کارروائی نہ کریں، جب ایسے لوگ لانگ مارچ کریں گے تو عوام کا ایک سمندر ان کے ساتھ ہوگا اور اسلامی نظام کے قیام کی ہر رکاوٹ خود بخود دور ہوتی چلی جائے گی یعنی اب اس بات کا انحصار ہم پاکستانی مسلمانوں پر ہے کہ ہم اس گلے سڑے اور فرسودہ استحصالی نظام میں جکڑے رہیں یا ہمت کر کے مکر و فریب کے اس جال کو توڑ دیں ہمت مرداں مدد خدا۔ ورنہ ہم چیخ و پکار کرتے رہیں گے اور یاد رہے عملی اقدام کے بغیر محض چیخ و پکار تو ظالم کے ظلم میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اکیلا چیف جسٹس کس کس کی دادرسی کرے گا اور آخر تھک ہار جائے گا اور ظلم و جبر کی قوتیں عوام کی ننگی پیٹھ پر کوڑے برساتے وحشیانہ انداز میں قہقہے لگاتی ہوئی کہیں گی، بلاؤ! اپنے چیف جسٹس کو۔ جمہوریت چلتے ہوئے نظام کو بہتر ہاتھ فراہم کر سکتی ہے، نظام نہیں بدل سکتی' انقلاب نہیں برپا کر سکتی۔ جمہوریت تو خود اپنے جنم کے لیے انقلاب کی محتاج ہوئی لہٰذا انقلاب بذریعہ جمہوریت ایک پُرفریب نعرے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ رہا سوال کلام نرم و نازک کا تو وہ سنگدلوں اور درندہ صفات پر کب اثر کرے گا۔ واحد حل یہ ہے کہ عوام اس عظیم الشان لانگ مارچ کے لیے خود کو تیار کریں جو اس ظالمانہ نظام کو زمین بوس کر دے۔ ؏ علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!

دعائے صحت کی اپیل

حلقہ بالائی سندھ کے مبتدی رفیق حافظ نادر حسین مگسی بیمار ہیں۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

محبت کی کڑواہٹ کا مزہ

اوریا مقبول جان

ہر وہ شخص جو سالوں سے سرخ انقلاب کے خواب دیکھ رہا تھا، جس نے مارکس اور اینگلز کی کتابوں کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا۔ جو ہر ایسے شخص جس کا تھوڑا سا تعلق بھی کسی مذہب سے ہوتا یا پھر اس کی زبان پر اللہ کا نام کبھی کبھار آ جاتا، یہ سارے انقلابی اسے رجعت پسند، دقیانوس، تقدیر پر شاکر، تبدیلی کے دشمن اور سرمایہ داروں کے ایجنٹ جیسے القابات سے پکارتے۔ جس سیاسی پارٹی کا رجحان اسلام کی جانب ہوتا اسے امریکی امداد پر پلنے والی اور سامراج کی آلہ کار کہا جاتا۔ ان لوگوں کی زبان پر اگر کسی کے لئے گالی تھی، دماغ میں کسی کے لئے غصہ تھا تو وہ امریکہ کے لئے۔ ویت نام، انگولا، فلسطین، ایتھوپیا اور ایسے تمام ممالک جہاں سرخ انقلاب کے لئے یا پھر روس اور چین کی مدد سے آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں، ایسے نظریات رکھنے والے شاعران پر نظمیں لکھتے۔ مزدور، کسان، درانتی اور ہتھوڑا ایسی علامتیں تھیں جو ان کی تحریروں میں عام نظر آتیں۔ لینن امن انعام ملتا یا روس کا کوئی ادبی میڈل تو اس شخص کو عالمی سطح کے ادیب اور شاعر ہونے کی سند سمجھا جاتا۔ جو زیر زمین انقلابی تھے، وہ افغانستان کے راستے روس جاتے، تعلیم حاصل کرتے اور عالمی سرخ انقلاب کے ہراول دستے میں شامل ہو جاتے۔ افغانستان روس سے دوستی، سیاسی تعلق اور عالمی گروہ بندی میں حلیف کے طور پر ایک ایسا ملک تھا کہ جو میرے ملک کے ہر انقلابی کو، حکومت سے لڑنے والے جانباز کو پناہ دیتا۔ خود افغانوں کی حالت عجیب تھی۔ پورے ملک میں پھیلے ہوئے نیم خواندہ خانہ بدوشوں اور سادہ لوح مسلمانوں کے درمیان ایک طبقہ ایسا تھا جو علم، دولت اور اقتدار سے مالا مال تھا۔ شہروں میں رہنے والے اس طبقے کے والدین کی ایک ہی خواہش تھی۔ ہمارا بیٹا روس جائے، علم حاصل کرے اور کامیاب زندگی گزارے۔ اگر کسی کو روس میں رہنے کا ٹھکانہ یا نوکری مل جاتی تو یہ بہت بڑی کامیابی تصور کی جاتی۔ روس ان افغان خاندانوں کے لئے سنہرا خواب تھا جیسا میرے ملک کے تہذیب یافتہ اشرافیہ کے لئے امریکہ ایک خوابوں کی سرزمین بنا ہوا ہے۔ جب افغانستان میں نور محمد ترکئی کی حکومت آئی تو جہاں افغانوں کے اس "مہذب" کہلانے والے طبقے کو انقلاب کی نوید ملی وہیں میرے ملک کے سرخ انقلاب کے پرچم بردار بھی آنے والے دنوں کے خوابوں میں ڈوب گئے۔ کوئٹہ سے تیس میل دور ایک خوبصورت شہر پشین ہے۔ ترین قبیلے کے سردار کے گھر کے ساتھ ایک قدیم ہائی سکول ہے۔ ہر انقلابی اس سکول سے رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتا کیونکہ نور محمد ترکئی نے وہاں تعلیم حاصل کی

> جس قوم کو اللہ تعالیٰ جہاد کی نعمت سے مالا مال کر دے، انہیں کسی بات کا غم نہیں۔ جان سے گئے تو اجر اللہ کے ہاں موجود۔ فتح حاصل ہو جائے تو آزاد زندگی گزار سکیں گے

تھی۔ ایران کی کمیونسٹ پارٹی "تودہ" اور افغانستان کی "پرچم" اور "خلق" پارٹیوں سے تعلق کو انقلاب کے لئے ضروری سمجھا جانے لگا۔ نور محمد ترکئی کے افسانے اور ناول پاکستان کے پشتون قوم پرستوں کے ہاتھوں میں بھی نظر آنے لگے۔ روس جیسا انقلاب، ویسی خوبصورت زندگی، ویسی رنگا رنگی افغان اشرافیہ کی منزل مقصود بن گئی۔ وہ معاشرہ جہاں یہ طعنہ نہیں دیا جاتا کہ "تم کیسے مسلمان ہو کہ نماز نہیں پڑھتے" بلکہ کہتے ہیں "تم کیسے پشتون ہو کہ نماز نہیں پڑھتے"۔ ایسا معاشرہ جب اپنی منزل کسی اور کو بناتا ہے تو پھر میرے اللہ کا فیصلہ دیکھیں کہ اس نے اسی روس کو ان پر مسلط کر دیا، جس کے وہ خواب دیکھا کرتے تھے۔ اور پھر اس تسلط کے بعد دربدر اور خوار وہی لوگ ہوئے جن کے دل روس کی خوبصورتیوں میں دھڑکتے تھے۔ میں نے روس کے فارغ التحصیل اعلیٰ ڈگریوں کے حامل لوگوں کو خود اس ملک میں چھوٹی چھوٹی مزدوریاں کرتے دیکھا۔ وہ کہ جنہیں دقیانوس، فرسودہ اور ماضی میں رہنے والے کہا جاتا تھا، نہ ان کے خواب ٹوٹے، نہ ان پر عذاب آئے، جس کے پاس افغانستان میں کچا مدرسہ تھا، یہاں بڑے مدرسے کا مہتمم بن گیا۔ بڑی مسجد کا خطیب اور مدرس ہو گیا۔ جو وہاں کھیتوں میں کام کرتے تھے، ریوڑ چراتے تھے، ان کی بس زمین بدلی لیکن رزق پہلے سے بہتر میسر ہونے لگا۔ لیکن اس سب کے علاوہ یہ عجیب تبدیلی آئی کہ افغانستان کی سیادت، سیاست اور جدوجہد ان "فرسودہ اور دقیانوسی" لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ وہ جو قوموں کی آزادی کا دعویٰ کرتے تھے، محکوموں، مظلوموں، غریبوں کسانوں کی بات کرتے تھے، اس جنگ آزادی میں خاموش تھے، یہاں تک کہ پورے ملک میں ان کا کوئی نام لیوا تک باقی نہ رہا۔ جب روس وہاں داخل ہوا تھا تو میرے ملک کے انقلابی ابھی اچھل اچھل کر کہا کرتے تھے اب کوئی دن دور نہیں جب رجعت پسندوں کی شامت آئے گی۔ مذہب جو مارکس کے نزدیک افیون ہے اس کے نام پر سیاست نہیں ہو سکے گی۔ امریکیوں، مولویوں، سرمایہ داروں اور سامراج کے ٹوڈیوں کا قبرستان یہ ملک بنے گا۔ لیکن اللہ کے فیصلے اور ہوتے ہیں وہ ابابیل سے ہاتھی مرواتا ہے۔ دنیا میں کئی ملک ایسے ہیں جہاں امریکیوں نے سرمایہ لگایا، فوجی مدد دی لیکن ذلت آمیز شکست کھائی لیکن ایک بے سروسامان افغان قوم کو اللہ نے جہاد کی نعمت سے مالا مال کیا اور فتح دی۔ فتح بھی ایک عالمی طاقت پر کہ پھر وہ ایسے ٹوٹی کہ پوری دنیا میں اس کی عورتیں عصمت فروشی کرتی نظر آئیں۔ وہ جو میرے ملک میں انقلاب کا سرخ پرچم لہراتے ناچتے گاتے تھے، انہیں امریکہ اور یورپ کی آغوش میں پناہ ملی۔ کوئی کسی ڈونر کے پیسے سے انجمن چلانے لگا تو کوئی مغربی ممالک کے پیسے سے انسانی حقوق، خواتین کے حقوق، نچلی سطح تک جمہوریت، دیہی ترقی اور مذہبی منافرت کے خلاف انجمنیں بنا کر ایک اور خواب دیکھنے لگ گیا اور یہ

خواب تھا امریکہ کا خواب، اور پھر اس خواب میں اب میرے ملک کا "مہذب طبقہ" شریک ہو چکا۔ ہر کوئی بچوں کو اولیول اور اے لیول کے بعد مغربی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ وہاں پر جا کر، گرین کارڈ لے کر اپنی زندگی خوبصورت بنانا چاہتا ہے۔ ہماری سیاست کا حال بھی ویسا ہے۔ افغانستان میں بھی پرچم اور خلق پارٹیاں روس کی جانب دیکھا کرتی تھیں کہ انہیں سند اقتدار مل جائے۔ ہماری پارٹیاں بھی اسی طرح امریکہ کی جانب نظریں لگائے ہوئے ہیں۔ افغانستان کی معاشرت اور طرز زندگی میں اسلام رچا بسا تھا اور ہمارے تو دروازے پر یہ تختی تحریر ہے کہ یہ ملک اللہ کے نام پر حاصل کیا گیا۔ جس کی بنیادوں میں دس لاکھ لوگوں کا مقدس خون ہے۔ ایسے ملک کے لوگ اور رہنما جب اپنا مرکز اور قبلہ بدلتے ہیں تو پھر ویسا ہی فیصلہ آتا ہے جو افغانوں کے لئے آیا تھا۔ وہ روس سے محبت کرتے تھے، اللہ نے ان کے گھر میں روس اتار دیا۔ ہم امریکہ سے محبت کرتے ہیں اور امریکہ اسی رفتار سے ہمارے گھر میں اتر رہا ہے، بس آخری یلغار کا انتظار ہے۔ وہ جو میڈیا کے اہم ترین افراد ہیں جو کسی بڑے واقعہ سے پہلے اس ملک میں نازل ہو جاتے ہیں، میرے ملک میں بھی آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اسلام آباد کے ہوٹل ان سے آباد ہونا شروع ہو گئے ہیں، ویسے ہی جیسے افغانستان پر حملے سے پہلے کوئٹہ اور پشاور کے ہوٹل ان سے بھر گئے تھے۔ ایک صاحب نظر جو کابل کی سرزمین میں یہ سارا منظر دیکھتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ اب ایسا ہونے والا ہے، ان کو میرے ملک کے کتنے صاحبان بصیرت جانتے ہیں، گزشتہ دنوں ایک محفل میں ملے تو کہنے لگے: "افغانوں نے روس سے محبت کی اللہ نے انہیں اس کے سپرد کر دیا اور اس محبت کا مزا چکھا دیا۔ تم نے امریکہ سے محبت کی، اب اس کے سپرد ہونے کو تیار ہو جاؤ اور اس محبت کی کڑواہٹ کا مزا چکھو"۔ وہ جو اس پر توکل کرتے ہیں انہیں کسی بات کا غم نہیں۔ جان سے گئے تو اجر اللہ کے ہاں موجود۔ یہاں رہیں گے تو آزادی گھومیں گے اور پہلے سے بہتر بھی۔ جان کے لالے تو ان کو پڑیں گے، زندگی، سہولت، آسائش کی بھیک تو وہ مانگتے پھریں گے جن کے خوابوں میں نیویارک، واشنگٹن اور شکاگو کی سڑکیں بسی ہوئی ہیں۔ محبت کرنے والوں کو اس کی کڑواہٹ کا مزہ چکھنے کے دن آ رہے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ "ایکسپریس")

میں تنظیم کا رفیق کیسے بنا؟

عرفان اللہ

میں پیشے کے اعتبار سے ایک پرائمری سکول ٹیچر ہوں اور میری تعلیم ڈبل ایم اے (سیاسیات اور ایجوکیشن) ہے۔ میرا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے، اور نوشہرہ سے دس پندرہ کلومیٹر جنوب میں واقع ایک گاؤں، جس کا نام زیارت کا کا صاحب ہے، کا مکین ہوں۔

میری تنظیم اسلامی میں شمولیت کی ایک عجیب داستان ہے۔ وہ اس طرح سے کہ میں ذہنی طور پر ایک فلسفیانہ اور منطقی مزاج رکھتا ہوں۔ بچپن سے میں بہت پیچیدہ اور اہم مسائل پر سوچا کرتا تھا، اگرچہ میرا گھرانہ تعلیم یافتہ نہ تھا اور ماحول اس ذہنیت کو پروان چڑھانے کے لئے سازگار نہ تھا، لیکن یہ کہہ سکتا ہوں کہ سلامتی طبع برقرار تھی۔ میں اکثر یہ دُعا کیا کرتا تھا کہ "اللہ مجھے حقیقی راستہ دکھا"۔ قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ میرے محلے کے قریب ایک صاحب، جن کا نام فتح اللہ جان تھا، جو بعد میں میرا ایک بہت ہی قریبی دوست بنے، یونیورسٹی سے فارغ ہوئے۔ یونیورسٹی ہی میں انہوں نے مارشل آرٹس سیکھی تھی۔ اُن کے اور کئی دوست تھے جو اُن کے ساتھ مل گئے اور محلے ہی میں انہوں نے ایک کراٹے کلب بنا دیا۔ گپ شپ ہونے کی بنا پر میں بھی اِس کلب کا ایک ممبر بنا۔ فتح اللہ جان علم اور عمل کے لحاظ سے بہت ہی پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ انداز گفتگو متاثر کن تھا۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ دینی مزاج کے حامل تھے۔ وہ باعمل شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ منطقی اور فلسفیانہ مزاج بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ میرے لئے ایک ماڈل بن گئے۔

فتح اللہ جان یونیورسٹی ہی کے زمانے میں تنظیم اسلامی سے متاثر ہو کر اس میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے منتخب نصاب کے خط و کتابت کورس میں داخلہ لے لیا۔ اُن کے ساتھ دوستی کی بناء پر میں نے بھی ڈاکٹر صاحب کے کئی ایک دروس اُس سے لے کر سُنے۔ کیسٹ سننے کے بعد میں نے بھی خط و کتابت کورس میں داخلہ لے لیا اور الحمد للہ کہ وہ کورس جو 44 کیسٹس پر مبنی تھا، میں نے کامیابی کے ساتھ مکمل کیا۔

ان دروس کی سماعت کے نتیجے میں میرے دل میں علم قرآنی کی شمع روشن ہوئی۔ اُن کورسز کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے دوست کے سارے بھائی بھی ڈاکٹر صاحب کے گرویدہ ہو گئے۔ یہی نہیں سارے گاؤں میں ڈاکٹر صاحب ایک معروف علمی شخصیت کا تعارف ہو گیا اور لوگوں نے تنظیم اسلامی کے لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا۔

اس کورس سے میرے اندر جو فلسفیانہ اور علمی پیاس تھی، اس کی تسکین ہوئی۔ اور اب میں نے پورے شعور کے ساتھ تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔

اگرچہ میں تنظیم کا ایک ادنیٰ رفیق ہوں، لیکن مجھے اس پر فخر ہے کہ قرآن اور حدیث کے مطابق میں نے صحیح رُخ کا انتخاب کیا اور میں ایک ایسے کارواں کے ساتھ محو سفر ہوں جو مجھے صحیح اور واضح منزل تک پہنچا دے گی۔ میں اپنی مقدور بھر کوشش کر رہا ہوں کہ تنظیم کا ایک فعال رفیق بن جاؤں اور یہ دُعا اکثر کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس قافلے کو بھی اپنی منزل مقصود پر پہنچا دے۔ (آمین)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ ندائے خلافت کے نائب مدیر محبوب الحق عاجز کی دادی صاحبہ انتقال کر گئیں

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے کارکن محمد خلیق کی خالہ وفات پا گئیں

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

عدلیہ کی آزادی کی تحریک میں

احیائی تحریکوں کے لئے غور کا مقام

محمد سمیع

الحمدللہ دو سال کی طویل جدوجہد کے بعد عدلیہ کی آزادی کی تحریک جس میں قوم کے تمام طبقات شامل تھے، بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت ان کے دیگر جج ساتھیوں کی بحالی عمل میں آئی۔ آیئے، ان اسباب پر غور کرتے ہیں جن کے نتیجے میں یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری پی سی او ججز پر مشتمل سپریم کورٹ کے اس بنچ میں شامل تھے جس کے سربراہ جسٹس ارشاد احمد خان تھے، جس نے نظریۂ ضرورت کے تحت نہ صرف پرویز مشرف کے اقتدار پر غاصبانہ قبضے کو جائز قرار دیا بلکہ اس سے بھی دو چار ہاتھ آگے بڑھ کر اسے آئین میں ترمیم کا اختیار بھی دے دیا تھا، لیکن ایک وقت ایسا آیا جب انہوں نے اس فوجی ڈکٹیٹر کے حکم کو کہ وہ استعفیٰ دے دیں، تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ ان کی یہ ناقابل یقین جرأت انکارتھی جس نے انہیں وطن عزیز کی تاریخ میں ایک اہم شخصیت کی حیثیت عطا کردی۔ پرویز مشرف نے انہیں اس حکم عدولی پر معزول کردیا لیکن وہ عدلیہ کے فیصلے پر بحال ہوگئے۔ ان کی جرأت انکار نے پرویز مشرف کو اس قدر حواس باختہ کردیا کہ اس نے ایمرجنسی نافذ کرکے اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت ساٹھ ججوں کو معزول کرکے انہیں ان کے گھروں میں محبوس کردیا۔ برسوں پہلے جب ذوالفقار علی بھٹو کا دورعروج تھا، ان کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے ہمارے ایک کرم فرمانے کہا تھا کہ شطرنج کا ماہر کھلاڑی اپنی مہارت کی بنا پر جیتتا چلا جاتا ہے لیکن ایک موقع ایسا بھی آتا ہے جب اس کی کسی غلط چال سے پوری بساط لپٹ جاتی ہے۔ بھٹو کے ساتھ بھی ممکن ہے ایسا ہی کچھ ہوجائے۔ لوگوں نے دیکھا کہ قائد عوام کا خطاب پانے والے ایک ہر دل عزیز لیڈر نے چھ سال تک کامیابی سے حکومت کرنے کے بعد اگلے انتخابات میں بلا مقابلہ انتخاب جیتنے کے چکر میں ایسی غلطی کردی کہ اس کی یہ غلطی اس کے اقتدار کی بساط کے لپیٹے جانے کا ذریعہ بن گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ پرویز مشرف کی ایمرجنسی نافذ کرنے کی غلط چال نے اسے اقتدار سے محروم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی جرأت انکار انہیں شہرت کے بام عروج پر تو پہنچا لیکن وہ اس سے قبل ہی قومی اور عوامی مفاد میں اپنے فیصلوں کے نتیجے میں عوام کے دلوں میں گھر کرچکے تھے۔ حقیقت میں ایک قائد میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں، وہ سب ان کی ذات میں موجود ہیں۔ بروقت اور درست فیصلے کرنے کی صلاحیت اور ان کے نتیجے میں آنے والی مصائب کا عزیمت اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی صلاحیت ان میں موجود ہے اور جب کسی قائد کی محبت اپنے کارکنوں اور عوام کے دلوں میں گھر کرجائے تو کامیابی یقینی ہوجاتی ہے۔

اس تحریک کی کامیابی میں دوسرا اہم فیکٹر وکلاء کی پورے استقامت کے ساتھ ایک طویل جدوجہد ہے۔ وکلاء نے اس تحریک کے دوران نہ صرف وقت کا ایثار کیا بلکہ مالی نقصان بھی برداشت کیا۔ آپ غور کریں کہ وقت اور مال کے ایثار کے پس پشت جذبۂ محرکہ کیا تھا۔ بلا شبہ یہ جذبہ ان کی اس تحریک کے ساتھ commitment کا تھا۔ حالات بالکل ہی مخالف تھے۔ انہیں اچھی طرح علم تھا کہ اس تحریک میں شمولیت کے نتیجے میں فوجی ڈکٹیٹر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوگا۔ اس فوجی ڈکٹیٹر کا معاملہ تو کریلا اور نیم چڑھا کا تھا۔ نہ صرف یہ کہ وہ امور سلطنت میں مختار مطلق تھا بلکہ اس کی پشت پر امریکہ جیسی عالمی قوت بھی موجود تھی کیونکہ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے اسٹیل مل کی نجکاری کے خلاف فیصلہ دے کر اس فوجی ڈکٹیٹر کو مشتعل کیا تھا اور لاپتہ افراد کے مسئلہ میں اقدامات کرکے امریکہ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ لیکن وکلاء برادری کی اپنے مقصد کے ساتھ لگن میں اتنی شدت تھی کہ انہوں نے طے کرلیا تھا کہ اب جو ہوسو ہو، ہم نے اپنی کشتی دریا میں ڈال ہی دی ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

لہٰذا انہیں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں، لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن حکومت کا کوئی قدم بھی انہیں تحریک کو آگے بڑھانے سے نہ روک سکا۔ اس پورے دو سال کے عرصے کے دوران وکلاء نے اپنی تحریک کو پورے نظم وضبط کے ساتھ چلایا۔ ہفتہ وار ریلیوں میں بھرپور طور پر شریک رہے، عدالتی کاروائیوں کا بار بار بائیکاٹ کیا۔ یہ تمام مراحل انہوں نے انتہائی پرامن طور پر طے کئے۔ ایک اور اہم فیکٹر جس نے اس تحریک کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا وہ وکلاء کا دیگر اداروں بشمول سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل کرنا تھا۔

اس تناظر میں اسلام کی احیائی تحریکوں کے قائدین اور کارکنان کو غور کرنا چاہئے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ان کی تحریکیں اپنے مقصد کے حصول میں اب تک کامیاب نہ ہوسکیں۔ ایک ایسے مقصد میں جو باطل نظام کی جگہ اسلامی نظام عدل اجتماعی کا قائم کرنا ہے۔ اس نظام کے نفاذ کی آرزو ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے کیونکہ جاری نظام نے ان کی مشکلات میں بے حد اضافہ کردیا ہے۔ اس کا تذکرہ ہم روز اخبارات کے تجزیوں میں پڑھتے ہیں اور ان مشکلات کے نتیجے میں اس نظام کے لئے عوام کے دلوں میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، سوائے معاشرے کے ان طبقات کے جن کے اپنے مفادات اس استحصالی نظام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ ہوجائے تو نہ صرف ہم وطنوں کو بلکہ تمام عالم انسانیت کو اس سے فیض حاصل ہوگا۔ یہ کوئی خیالی باتیں نہیں ہیں بلکہ نظام خلافت کی صورت میں دنیا کو اس کا تجربہ حاصل ہوچکا ہے۔ احیائی تحریکوں کے قائدین اور کارکنان کو غور کرنا چاہئے کہ کیا انہیں اپنے مشن پر یقین کی حد تک ایمان حاصل ہے؟ کیا ان تحریکوں کے قائدین اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے قابل تقلید مثال بنا کر پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں؟ کیا ان میں مطلوبہ عزیمت واستقامت موجود ہے؟ کیا انہوں نے اپنے مشن کے حصول کے لئے دیگر احیائی تحریکوں سمیت سیاسی جماعتوں اور معاشرے کے دیگر طبقات کا تعاون حاصل کرنے کی کوششیں کی ہیں؟ آخر ایسی کیا بات ہے کہ وہ انسانیت کے لئے اعلیٰ ترین مشن میں کامیابی سے محروم ہیں؟ ان کے پاس کتاب ہدایت اور اس پر عمل کی عملی مثال اسوۂ حسنہ ﷺ کی صورت میں موجود ہے۔ ان کی روشنی میں انہیں اپنے افعال وکردار کا جائزہ لینا چاہئے۔ توقع ہے کہ اس جائزہ کے نتیجے میں اپنی ان خامیوں کا علم ہوجائے گا جو تحریک کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں، بشرطیکہ یہ جائزہ خود احتسابی کے جذبے کے ساتھ ہو۔

خانساماں اور پاکستان!

بی بی سی اردو ڈاٹ کام سے انتخاب

ایک کام کریں۔ ذرا اپنے خانساماں کو روزانہ رات ڈھائی بجے جگا کر چائے بنوانا شروع کریں۔ گوشت سبزی کی خریداری کا روزانہ بل مانگیں اور اس کے سامنے حساب کتاب کریں۔ اس کے پکائے ہوئے کھانے میں مین میخ نکالیں۔ فارغ بیٹھا ہو تو گاڑی دھونے پر لگا دیں۔ چوکیدار چھٹی پر ہو تو گیٹ پر کھڑا کر دیں۔ ڈرائیور نہ آئے تو شوفر کا کام لے لیں۔ تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ کرے تو ہڈ حرام کہیں۔ وہ چھٹی مانگے تو دو موٹی موٹی گالیاں دیں۔ اس سب کے باوجود بھی خانساماں بظاہر جی سر جی سر ہی کرتا رہے گا۔

لیکن پھر ہوگا یہ کہ خانساماں سے ہر دوسرے تیسرے دن اتفاقاً کھانا جل جائے گا، سالن میں نمک انتہائی تیز ہو جائے گا، اس سے اچانک ٹرے چھوٹ جائے گی اور ٹی سیٹ کرچی کرچی ہو جائے گا، کسی دن چولہا پھٹ جائے گا، گاڑی دھوتے دھوتے وہ بلی کو بھگانے کے لیے پتھر جو مارے گا تو ونڈ سکرین پر جا لگے گا۔ ڈرائیونگ کرتے کرتے وہ کسی اور کی گاڑی ٹھوک دے گا۔ آپ کو سمجھ میں ہی نہیں آئے گا کہ بیس برس سے اچھی بھلی نوکری کرتے کرتے خانساماں اچانک ایسا کیوں ہو گیا ہے۔ آپ ہوا میں مکے چلاتے رہیں گے، منہ سے جھاگ نکالتے رہیں گے، نوکری سے برطرف کرنے کی دھمکی دیتے رہیں گے لیکن اسے نوکری سے نہیں نکالیں گے کیونکہ اتنی تنخواہ میں ایسا خانساماں مشکل ہی سے ملے گا جس سے آپ ہر کام اپنی شرائط پر لینا چاہیں۔

آیئے موضوع بدلیں!

نائن الیون کے اڑتالیس گھنٹے بعد نائب امریکی وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹیج نے واشنگٹن میں موجود آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل محمود احمد کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کو یہ پیغام دیا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں تو پھر ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں اور اگر دشمنوں کے ساتھ ہیں تو پھر ہم آپ کو بھی افغانستان کی طرح پتھر کے زمانے میں پہنچا دیں گے۔

مرتا کیا نہ کرتا پاکستان کنپٹی پر پستول محسوس کرتے ہوئے حکم کی تعمیل پر راضی ہو گیا۔ امریکہ نے ایک ہاتھ سے پاکستان کی جیب میں ڈالر ٹھونستے ہوئے کہا کہ جتنے طالبان اور القاعدہ پکڑواؤ گے ان کا کمیشن الگ سے ملے گا۔ اب پکڑو ڈنڈا اور شروع ہو جاؤ بیٹے!

واشنگٹن نے کہا اپنی مغربی سرحدوں کو القاعدہ اور طالبان کے لیے بند کر دو، پاکستان نے ایک لاکھ فوج بٹھا دی۔

امریکہ نے ایک ہاتھ سے پاکستان کی جیب میں ڈالر ٹھونستے ہوئے کہا کہ جتنے طالبان اور القاعدہ پکڑواؤ گے ان کا کمیشن الگ سے ملے گا۔ پاکستان نے مسلح کارروائی شروع کر دی اور چھ سو سے زائد لوگ کمیشن پر امریکہ کے حوالے کر دیے

واشنگٹن نے کہا فلاں فلاں تنظیم پر پابندی لگا دو، پاکستان نے پابندی لگا دی۔

واشنگٹن نے کہا قبائلی علاقوں میں جو بھی مشتبہ شخص نظر آئے اسے ختم کر دو یا ہمارے حوالے کرو۔ پاکستان نے قبائلی علاقوں میں مسلح کارروائی شروع کر دی اور چھ سو سے زائد لوگ کمیشن پر امریکہ کے حوالے کر دیے۔

واشنگٹن نے کہا تم سستی دکھا رہے ہو۔ پاکستان نے کہا حضور کوبرا ہیلی کاپٹر اور نائٹ وژن آلات چاہئیں۔ واشنگٹن نے کہا چل بے بڑا آیا کوبرا ہیلی کاپٹر مانگنے والا۔ یہ لے چند درجن نائٹ وژن ہیلمٹ۔ مگر میں ہر تین مہینے بعد گنتی کروں گا۔ اگر ایک بھی کم ہوا تو سو مار کے ننانوے گنوں گا۔

پاکستان نے کہا حضور خودکش حملوں میں ہزاروں پاکستانی مر گئے ہیں اور آپ کے حکم کے مطابق فوجی کارروائی کے سبب پانچ لاکھ قبائلی بھی بے گھر ہو گئے ہیں۔ ان کی بحالی کے پیسے؟ واشنگٹن نے کہا یہ ہمارا درد سر نہیں۔ جو خرچ کرو اس کی رسید دکھاؤ۔ ورنہ بل کلیئر نہیں ہوگا۔

پاکستان نے کہا چلیے دہشت گردی سے جو معاشی نقصان ہو رہا ہے۔ اس کی تلافی کے لیے پاکستانی ٹیکسٹائل کے لیے امریکی منڈی کھول دیں۔

واشنگٹن نے کہا پاگل ہوا ہے کیا؟ دیکھ نہیں رہا کہ ہم خود کیسے معاشی بحران میں گھرے ہوئے ہیں۔

پاکستان نے کہا حضور ڈرون حملے نہ کریں۔ ہمارے ہی لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ امریکہ نے کہا اتنے پیسے لے کر بھی اگر آئی ایس آئی دوغلا کھیل کھیلے گی تو ڈرونز حملے تو ہوں گے۔ پاکستان نے کہا حضور آپ نے زبردستی پیسے دیے ہیں۔ ہم نے تو نہیں مانگے تھے۔ واشنگٹن نے کہا کمینے ہڈ حرام کام کرنے کے بجائے زبان چلاتا ہے!

جناب باراک اوباما صاحب!

اب جبکہ یہ بات عام ہو چکی ہے کہ نہ پاکستان کو امریکہ پر اعتماد ہے اور نہ آپ کو پاکستان پر۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ ایک حل تو یہ ہے کہ پاکستان کو اٹھا کر موزمبیق کی جگہ منتقل کر دیا جائے اور موزمبیق کو افغانستان کا ہمسایہ بنا دیا جائے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ آپ چاہیں تو پشتو کی یہ مثال اپنے خانساماں سے لے کر اقوام عالم تک یکساں لاگو کر سکتے ہیں کہ آپ ایک پختون کو پیار محبت سے دوزخ میں دھکیل سکتے ہیں لیکن بندوق کے زور پر جنت میں بھی نہیں لے جا سکتے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

تنظیمی اطلاعات

امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 مارچ 2009ء میں مشورہ، مقامی امیر حلقہ اور رفقاء کی آراء کو مدنظر رکھ کر مندرجہ ذیل تقرریاں فرمائیں۔

☆ جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی کو مقامی تنظیم ملتان شہر کا امیر مقرر فرمایا۔

☆ جناب انجینئر عطاء اللہ کو مقامی تنظیم نیو ملتان کا امیر مقرر فرمایا۔

☆ جناب محمود الٰہی کو مقامی تنظیم ملتان شمالی کا امیر مقرر فرمایا۔

شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام سے واقفیت' اور دورِ حاضر کے شرک سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ کیجیے:

حقیقت و اقسامِ شرک

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے چھ فکر انگیز خطابات

❁ معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ❁ عمدہ طباعت ❁ 128 صفحات

قیمت: اشاعت عام: 50 روپے، اشاعت خاص: 90 روپے

شائع کردہ: **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501